222000

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222000
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۶ Accession No. ۷۰۴۷

Author محمد مسلم م . ت

Title تعلیم التسوید

This book should be returned on or before the date last marked below.

فہرست مضامین

صفحات

دیباچہ ۱

مقدمہ آدابِ تحریر ۸

طرزِ تحریر (اسٹائل) ۱۵

انشاء۔ اصولِ انشاء۔ القاب وغیرہ ۲۰

(۱) خطوط خاص بزرگوں کے نام۔ بیٹے کا خط باپ کو ۲۶

ایضاً ماں کو ۲۷

چچا کو ۲۸

بڑے بھائی کو ۲۹

چھوٹی بہن کا خط بڑے بھائی کو ۳۰

(۲) عام بزرگوں کے نام۔ ایک چچا کو ۳۲

(۳) معمولی ملاقات والوں کے نام ۳۳

(۴) اجنبی اشخاص کے نام ۳۴

(۵) آقا یا افسر کے نام۔ وائس چیرمین کے نام ۳۵

صفحات	مضمون	

صفحات	مضمون	
۳۶	طالب علم کی عرضی ہڈ ماسٹر کے نام	
۳۷	درخواست افسر کی خدمت مین	
۳۷	کارپرداز کا عریضہ آقا کی خدمت مین	
۳۸	نوکرون کے نام - آقا کا جواب کارپرداز کے نام	(۶)
۳۹	خاص عزیزون اور خوردون کے نام - بیٹے کو	(۷)
۴۰	چھوٹے بھائی کو	
۴۳	چھوٹی بہن کو	
۴۶	عام عزیزون کے نام	(۸)
۴۸	دوستون کے نام	(۹)
۵۴	بیوی کے نام	(۱۰)
۵۴	شوہر کے نام	(۱۱)
۵۵	رقعات دعوت ولیمہ	(۱۲)
۵۰	مضمون نگاری - اصول مضمون نگاری	
۶۴	تقسیم مضامین	

مضمون	صفحات
تخیلیہ مضامین	
(۱) دوستی	۶۴
(۲) ہمت مردان، مدد خدا	۶۹
(۳) کفایت شعاری	۷۴
(۴) مثالوں کا اثر	۸۰
(۵) تجارت	۸۶
نقلیہ مضامین	۹۰
(۶) بچوں کے ایثار کی ایک نقل	۹۲
(۷) آثار سعادت	۹۶
(۸) انجام ستم	۱۰۲
(۹) سراج الدولہ اور افسانہ بدیع الجمال	۱۱۰
(۱۰) شیر شاہ	۱۱۶
توضیحیہ مضامین	۱۲۴
(۱۱) بندر	۱۲۷
(۱۲) ریشم کا کیڑا	۱۳۲

صفحات	مضمون

(۱۳) بڑ کا درخت	۱۳۷
(۱۴) پتھر کا کوئلہ	۱۳۹
(۱۵) پسٹمنہ	۱۴۲
(۱۶) نہر سویز	۱۴۹
(۱۷) کاغذ	۱۵۳
(۱۸) جوالامکھی	۱۵۶
سبینہ مضامین	۱۵۹
(۱۹) دریائی سفر	۱۶۰
(۲۰) ہوائی جہاز	۱۶۴
مشق کے لیے۔ عنوانات مع خاکہ	۱۷۰
عنوانات معرّی	۱۷۵

معذرت:۔ مقام اشاعت سے اپنی غیر حاضری، عجلت اور چند در چند دقتوں کے باعث جن سے مطابع سے تعلق رکھنے والے حضرات خوب آگاہ ہین اس کتاب مین کئی قسم کی غلطیان رہ گئی ہین ان شاء اللہ دوسرے انطباع مین اِن کی پوری تلافی ہو جائے گی ۱۲

دیباچہ

الحمد للہ! اردو دیکھتے ہی دیکھتے کیا سے کیا ہوگئی۔ موجودہ ذخیرہ کا جائزہ لو اور بیس برس پیشتر کے کشکول مین ہاتھ ڈالو۔ جہان چند افسانون۔ شعرا کے کلیات۔ مذہبی جھگڑے کے رسالون کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہان آج سارے جہان کے فنون اکٹھا ہین۔ تاریخ فلسفہ۔ فنون دستکاری۔ سائنس۔ ریاضی غرض کون سا علم ہے جو اس مین ترجمہ کے ذریعہ سے نہین پہونچا۔ مگر یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ سب کچھ ہے اور نہین ہے تو خود اسی کی مکمل گرامر اور کمپوزیشن کی کوئی کتاب کوئی غیر اہل زبان اردو سیکھنا چاہے تو کوئی کافی سامان موجود نہ پائے گا۔

اگر کچھ دنون اور یہی حال رہا تو زبان کی صرف ترقی ہی نہ رک جائے گی بلکہ قید گرامر کی آزادی جس کا نقشہ مین آگے کھینچون گا اسے ایک بے قاعدہ مہمل بازاری زبان بنا چھوڑے گی اور یہ ہرگز علمی زبان باقی نہین رہنے کی۔

اس وقت میرے پیش نظر انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ ہین جو ۱۹۰۸ء تک اپنے استاد اور باپ کی ہدایت کے مطابق اردو سے نفرت کرنے، اسے ایک مہمل زبان سمجھنے، اس کے علم ادب کو مخرب اخلاق جاننے کے عادی رہے ہین۔

نتیجہ کیا ہوا۔؟ اردو ان کے لیے غیر زبان ہوگئی۔ انگریزی لغات کی مدد بغیر نہ یہ چار بات بول سکین نہ دو سطر لکھ سکین۔ انتہا یہ ہے کہ اردو افعال کے ساتھ جو صلے استعمال ہوتے ہین اکثر اوقات وہ بھی انگریزی کا ترجمہ۔ بولنے اور لکھنے مین بھی خاص انگریزی کے مترجمہ محاورے اور ضرب الامثال۔ طرز ادا تک انگریزی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہی لڑکے جب فارغ التحصیل ہوکر مترجم اور مصنف بنے تو اُسی اردو نما انگریزی زبان مین تصنیفین اور ترجمے بھی کیے۔ یون تو ان کی کوئی تصنیف ایسی ندر تون سے خالی نہین ہوتی مگر انگریزی ناولون سے جو ترجمے یہ کرتے ہین وہ ان کی خاص زبان کے اعلیٰ نمونے ہوتے ہین۔

اب نہ عربی فارسی کی تعلیم کا چندان رواج ہے نہ ان طلبہ کے دلون مین وہ گرمی وہ جوش وہ کد وہ حوصلے باقی ہین کہ تعلیم سے فارغ ہوکر اردو کی کوئی خدمت بجا لائین۔ بُرا یا بھلا جو کرتے ہین یا کرنے کی امید ہے وہ انھین کالج کے نکلے ہوے نوجوانون سے۔

ان خرابیون کا علاج اسکے سوا کیا تھا کہ ان کی اردو تعلیم ابتدا ہی سے عمدہ اصول پر ہوتی۔ اگر یہی لحاظ ابتدا سے رکھا جاتا تو ہماری زبان کو جتنا نقصان پہونچ چکا ہرگز نہ پہونچتا۔ مگر ہمیشہ بچون، بچون کے باپون اور

اُستادون کے سرون مین ڈپٹی مجسٹریٹی ہی کا سودا سمایا رہا۔ یہی ان کے
حوصلے کی معراج تھی اور یہی مآلِ تعلیم۔ اُردو پڑھنا یا لکھنا موجب تضیعِ اوقات
بس نہ چلا کہ گھر مین بھی انگریزی ہی بلوائین۔ ذاتی غرض نے انھین قومی
غرض کی طرف سے اندھا بنا دیا تھا۔ خیر نہین ابھی ہماری زبان پر اور
کیا کیا آفتین آتین۔ خدا بھلا کرے ہماری گورنمنٹ کا، جو کام ہمارے
کرنے کا تھا اور ہم نے نہ کیا وہ اس نے ہم سے زبردستی کرایا۔ اردو
کمپوزیشن میٹریکلیشن، آرٹس انٹرمیڈیئیٹ اور بی اے تمام الہ آباد
اور کلکتہ کی یونیورسٹیون مین لازمی قرار دیا گیا۔ ہوا خواہان اردو
گورنمنٹ کے اس عظیم احسان سے کسی طرح سبکدوش نہین ہو سکتے۔

تین چار سال سے اس نئی اسکیم پر عمل درآمد ہے مگر جیسا کہ مین
اوپر بیان کر چکا ہون لڑکون کے لیے پہلے سے کوئی ایسی کتاب اردو
مین موجود نہ تھی جس کی مدد سے یونیورسٹی کے سوالون کا جو اردو تحریر (انشا
و مضامین اور ترجمہ وغیرہ) پر مشتمل ہوتے ہین جواب کافی دے سکین۔

یونیورسٹی انگریزی انشا اور مضامین کی طرح اردو کی انشا اور
مضامین بھی نیچرل خوش ترتیب با اصول چاہتی ہے جو فضول باتون

مضمون آرائیون، رنگینیون استعارون کی بھرمار سے پاک ہون.
انگریزی مین تو اس قسم کی سیکڑون کتابین ہین جو مضمون نویسی اور
انشار پردازی کے مقررہ اصول اور اسٹائل کی تعلیم دیتی ہین. مگر اردو
مین ایسی کتاب ایک نہین . درحقیقت صرف طلبہ ہی کے لیے نہین
بلکہ عام لوگون کے لیے تحریر مین ایک شارع عام اور مقررہ اصول کا
تتبع نہایت ضروری ہے . خواص کا ذکر نہین جن کے لیے سیکڑون راہین
کھلی ہین جدھر سے چاہین منزل مراد پر پہونچ جائین .

یہ ضرورتین تھین، جن کا احساس کرکے مین نے یہ کتاب دو حصون
مین مرتب کی . پہلا حصہ جو آپ کے سامنے ہے زیادہ تر انگریزی
کتابون کی مدد سے تیار کیا گیا ہے . اس مین تحریر کے لیے اردو مین
پہلی بار اصول مقرر کیے گئے اور ان اصول موضوعہ کی پابندی کے
ساتھ کچھ خطوط اور کچھ مضامین محض بغرض بہم رسانی معلومات اور نمونہ جمع کر دیے ہین،
نہ اس امید پر کہ ان مین سے اکثر یونیورسٹی کے سوال سے لڑجائین
یا اس غرض سے کہ لڑکے انھین زبانی رٹ لین . مین جہالت کی
ترغیب دینا نہین چاہتا .

مین اصلی اور سچی کامیابی یہ سمجھتا ہون کہ اصول ایسے مکمل وضع کیے جائین جو طالب علم کو ہر قسم کے مضمون پر خامہ فرسائی پر پورا اقادر بنا دین۔

مین ان اغراض کی تکمیل مین کہان تک کامیاب ہوا ہون اس کا فیصلہ ناظرین خود مطالعہ فرما کر کرلین۔ مگر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اُردو مین اپنے طرز کی یہ پہلی اور فوری کوشش ہے اس لیے ممکن ہے کہ آپ کہین کہین صحیح نکتہ چینی مین کامیاب ہو جائین۔ مگر مین ماہرین زبان کی ہر نیک صلاح اور مشورہ بصد منت شناسی قبول کرکے طبع ثانی مین ترمیم کرنے کو بھی ہمیشہ مستعد رہون گا۔

دوسرے حصے مین جو ابھی زیر تالیف ہے اور اس اوّل حصے کی قبولیت کی شرط پر جلد شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی مستند مصنفین اُردو کے خطوط مضامین اور کچھ نظمین ہون گی۔ پہلے حصے کی مشق کے بعد یہ دوسرا حصہ طالب علم کو اُردو کی متفرق اسٹائلز (طرز تحریر) سے مانوس کردے گا۔ ہمارا خیال ہے کہ ان دونون حصون کو اگر اسٹڈی (بغور مطالعہ) کیا جائے تو یہ اُردو کا ایک اچھا مصنف بنا دینے کے لیے کافی ہین۔

خادم طلبہ
محمد مسلم عظیم آبادی

حال مقیم بامکا ضلع بھاگلپور
۳۰ دسمبر ۱۹۱۲ء

تقسیم ابواب

۱ مقدمہ اداب تحریر۔ طرز تحریر۔

۲ انشاء اصول انشاء خاکہ تعیین القاب خطوط۔

۳ مضمون نگاری اصول تسوید۔ تقسیم مضامین۔ خاکہ مضامین

۴ تتمہ عنوانات مضامین برائے مشق۔

مقدّمہ

آدابِ تحریر، طرزِ تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آدابِ تحریر

کاغذ، روشنائی قلم

۱۔ جب تم لکھنے لگو تو اچھے دبیز اور چکنے کاغذ پر لکھو۔ روشنائی سیاہ اور پختہ ہو کہ موٹے پر ایک طرف کے حروف دوسری طرف اُبھر نہ آئیں۔ قلم کلک کا ہو تو بہتر ہے ورنہ اگر حروف پختہ ہو چکے ہوں تو موٹی نب کافی ہے۔ نب کے استعمال میں ہمیشہ یہ احتیاط رکھنا چاہیے کہ لکھ چکنے بعد پونچھ دی جائے تاکہ فوراً زنگ آلود ہو کر خراب نہ ہو جائے اور حرف بگڑنے نہ لگیں۔

حاشیہ سطریں

۲۔ لکھنے کے قبل ایک ضروری کام یہ ہے کہ کاغذ کے دونوں طرف داہنے بائیں کاغذ کے چوتھائی چوتھائی حصہ کے قریب حاشیے توڑ لیے جائیں۔ حاشیہ جتنا زیادہ ہوگا تحریر اتنی ہی دیدہ زیب ہوگی۔ اگر تمہارے حروف کچے ہیں

اور سطرین سیدھی نہین ہوتین تو لکیرون والے کاغذ پر لکھو۔ ایسے کاغذ اب کثرت سے دستیاب ہوتے ہین اس لیئے پرانے طریقے کے مطابق مسطر سے یا موڑ موڑ کر کاغذ کو چور کرنے کی ضرورت نہین۔ سطرین دور دور پر قائم کرو یعنی دو سطرون کے درمیان مین زیادہ جگہ چھوڑو اور سطرون مین فصل برابر رکھنے کی کوشش کرو۔

لفظ کاٹ کر لکھنا

۳۔ اگر کوئی غلط لفظ بدلنا ہو تو اُس کو مٹانے یا چھیلنے کی کوشش نہ کرو بلکہ صفائی سے قلم زد کرکے اُس لفظ کے نیچے دوسرا لفظ چھوٹا اور صاف بناکر لکھ دو۔ چھیل کر لکھنے مین اکثر روشنائی پھیل کر کاغذ کو بدنما کر دیتی ہے۔

جاذب

۴۔ بعض پُرانے مذاق کے حضرات دھول سے جاذب کا مصرف لیتے ہین۔ موجودہ زمانہ مین جب جاذب کے کاغذ اس قدر سستے ہون یہ حرکت بے تمیزی گنی جاتی ہے۔ "یاد رکھو کہ نوشت وخواند کے سامان ایک خواندہ آدمی کے زیور ہین۔ جن مین بخل کو راہ دینا نہ چاہیئے۔"

پڑھنے والے پر ان باتون کا جو بادی النظر مین معمولی معلوم ہوتی ہین بڑا اثر پڑتا ہے۔ ان پابندیون کو ملحوظ رکھنے سے تمھارے خراب اور کچے حروف بھی آنکھون کو بُرے نہ معلوم ہون گے۔

نظر ثانی

۵۔ تھوڑا یا بہت، جو کچھ لکھ چکنے کے بعد اُس کی نظر ثانی ضرور کرلو۔

۶۔ پہلی سطر حاشیہ سے کم از کم ایک انگل جگہ چھوڑ کر شروع کرو۔ باقی سطرین دونون طرف کے حاشیہ سے سٹا سٹا کر لکھو۔ ایک مفہوم ادا ہو جانے کے بعد جس جگہ تمھارا جملہ ختم ہو جائے وہین ڈیش "۔" دے کر قلم روک دو۔ پھر نئی سطر مین ہاتھ لگاؤ اور اسی طرح حاشیہ سے ایک انگل جگہ چھوڑ کر۔ پھر باقی سطرین دونون طرف کے حاشیون سے سٹا سٹا کر لکھو۔ علیٰ ہذا القیاس ہر علیحدہ مفہوم کو علیحدہ علیحدہ لکھو۔ — پارا گراف

جس صفحے مین ایک بیان تمام ہو جاے وہان اُس صفحہ کا بقیہ حصہ سادہ چھوڑ دو خواہ اُس صفحہ پر ایک ہی سطر کیون نہ لکھی گئی ہو۔ مگر یہ لحاظ بسیط مضامین یا کتاب لکھنے مین کیا جاتا ہے۔ — باب یا چیپٹر

۷۔ ایک مکمل جملے مین کئی ماتحتی اور فروعی جملے یا فقرے لگے ہوتے ہین۔ ان ماتحتی جملون یا فقرون کے بعد عموماً کوما "،" دے دیا جاتا ہے۔ جہان جملے ختم ہوتے ہین وہان ڈیش "۔" ، جن جملون سے سوال ظاہر ہو وہان "؟" علامت استفہامی، اور جن جملون سے غم غصہ خوشی استعجاب وغیرہ جذبات ظاہر کیے جائین اُن کے بعد یہ نشان "!" لگاتے ہین۔ بعض ماتحتی جملے یا فقرے جن کے وجود سے معنی زیادہ واضح ہوتے ہین مگر جن کے بغیر مطلب نہین بگڑتا — اوقاف

خطوط توسین (   ) سے گھرے جاتے ہین۔ مندرجہ ذیل عبارت کو غور سے دیکھو۔

آغا بداق "ابوالفضل فیضی بھی کچھ نہین کرتے ؟"

آغا زمانہ "وہ ؟ بڑے گرو ہین۔ پیرون مین پیر، عالمون مین عالم، شاعرون مین شاعر، سپاہیون مین سپاہی۔ آتشکدہ مین مؤید کون تھے ؟ ابوالفضل۔ انجیل کے مترجم کون تھے ؟ ابوالفضل۔ دین الٰہی کے خلیفہ کون تھے ؟ ابوالفضل۔ دونون آفت ہین، فتنہ قیامت ہین۔"

بداق "کیون صاحب۔ یہ وہی اکبر ہے۔ فتوے بغیر روٹی نہ توڑتا تھا !!"

زمانہ "وہ پچھلی رات اکیلا میدان ! ذکر الٰہی مین صبح کرنا ! نورِ سحر سے دامن بھرنا ! حاجی بننا ! آگرہ سے اجمیر تک پیدل چلنا !"

قلیج بیگ "جس دن حج کو قافلہ رخصت کیا، خود احرام باندھ کر تھوڑی دور ساتھ ہوا اور پکارا کہ لبیک لبیک (مین حاضر ہون مین حاضر) اُس وقت کی تاثیر اللہ اکبر ! دونون ایک شور اُٹھا کہ پتھر بھی پانی ہو گئے ہون گے !" "پروفسر آزاد"

اگر تم کسی لڑکی کو اعلیٰ تعلیم دینا چاہتے ہو تو زیادہ سے زیادہ چھ سے پندرہ سال کی عمر تک یعنی ۹ سال۔ کیونکہ اس عمر کے بعد اس کے سر پر خدمات کا بوجھ لد جاتا ہے۔ فرض کیا کہ اس عرصہ مین تم نے اس کو دنیا بھر کا سائنس، فلسفہ اور

لٹریچر گھول کر پلا دیا (گو یہ تیقن ہی کہ نو برس کی قلیل مدت مین اتنی کچھ ہوس پوری نہین ہونے کی) اب اس کی خدمات کی انجام دہی کا زمانہ آگیا مگر انجام نہین دے سکتی۔

واضح رہے کہ قوسین کا استعمال زیادہ نہ کرنا چاہیے۔ اس سے بیان کا زور کم ہو جاتا ہی۔ زیادہ تر اس کی ضرورت اور زبانون سے ترجمہ کرنے مین ہوا کرتی ہی جب کسی کا قول نقل کیا جاتا ہی تو مقولہ کو دو سید ھے اور دو الٹے ضمون سے گھیر دیتے ہین۔ دیکھو مندرجہ بالا تحریر پروفسر آزاد۔

جب کسی لفظ یا فقرہ یا جملہ پر خاص توجہ دلانا مقصود ہوتا ہی تو اُس کو یا تو ذرا موٹے خط مین لکھتے ہین یا اوپر خط کھینچ دیتے ہین۔

۸۔ شوشے | عوام شوشون کی طرف زیادہ توجہ نہین کرتے۔ کہین زیادہ، کہین کم، کہین غلط شکل کے لگاتے ہین۔ مثلاً چند الفاظ درج کیے جاتے ہین۔

غلط		صحیح	غلط		صحیح
خبر	بجاے	خبر	مختصر	بجاے	مختصر
ضد	بجاے	ضد	یہہ	"	یہ
وجہہ	"	وجہ	بشسر	"	بشر
حیثیت	"	حیثیت	تنبیہ	"	تنبیہ
فقیر	"	فقیر			

شوشون کے صحیح اصول چھپے ہوے حروف کے بغور مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہین۔

۹۔ املا افسوس ہے کہ املا کی غلطیاں بھی بہت عام ہوتی جاتی ہین۔ مندرجہ ذیل اصول کو اچھی طرح یاد رکھو تاکہ املا کی غلطی سے بچو۔

۱۔ جو حروف ہائے ہوز سے اس طرح مرکب ہون کہ اُن کی جداگانہ آواز قائم ہو اور بجائے ایک مرکب اور مستقل حرف کے سمجھے جائین اُن کے ساتھ صرف دوچشمی ہی ہا لکھنا صحیح ہے۔ دوسری ہا غلط

ہاتھی صحیح ہے،	ہاتہی غلط	کھانا صحیح ہے،	کہانا غلط
اوڑھنا صحیح ہے،	اوڑہنا غلط	جھولا جھولنا صحیح ہے،	جہولا جہولنا غلط

۲۔ جو حروف ہائے ہوز سے یون مرکب نہ ہون کہ اُن کی جداگانہ آواز قائم ہو بلکہ اُن کی آوازین الگ الگ نکلین تو اُن کے ساتھ دوچشمی ہا لکھنا غلط ہے اور اور طرح کی ہا مین لکھنا لازم ہے۔

کہانی صحیح ہے،	کھانی غلط	فربہی صحیح ہے،	فربھی غلط
آگاہی صحیح ہے،	آگاھی غلط	بہار صحیح ہے،	بھار غلط

۳۔ ہر ہر لفظ علحدہ علحدہ لکھنا چاہیے۔

لکھ دیا صحیح ہے ، لکھدیا غلط پڑھ لو صحیح ہے ، پڑھلو غلط

جائیں گے صحیح ہے ، جائینگے غلط کھانے میں صحیح ہے ، کھانیمیں غلط

۴ جب دو لفظ اس طرح مرکب ہوں کر مل کر جدا مفہوم پیدا کریں تو ان کو ایک لفظ قرار دے کر ساتھ لکھنا چاہیے۔ الگ لکھنا غلط ہے، ایسے الفاظ عموماً فارسی ہوتے ہیں:۔

جانبر صحیح ہے، جان بر غلط دلربا صحیح ہے ، دل ربا غلط

دلکش صحیح ہے ، دل کش غلط جانباز صحیح ہے ، جان باز غلط

۵ ہائے مختفی جیسے پھرتی ہے بھی کہتے ہیں ہندی لفظوں میں جائز نہیں۔ فارسی میں کم اور عربی میں زیادہ آتی ہے۔

پتا صحیح ہے ، پتہ غلط پتّا صحیح ہے ، پتّہ غلط

کرتا صحیح ہے ، کرتہ غلط میلا (تماشا گاہ) صحیح ہے، میلہ غلط

طرزِ تحریر (اسٹائل)

بیان مین سادگی اور صفائی

تحریر کیا ہی؟ وہ تقریر جو زبانِ قلم سے بیان ہو۔ پس ہمین قلم سے لکھنا اُسی طرح چاہیے جس طرح زبان سے بولتے ہین۔ مفہوم جہان تک ہو سکے سادگی اور بے ساختہ پن کے ساتھ ادا ہون جن مین تصنع اور تکلف کو دخل نہ ہو۔ یہ اثر کے دشمن ہین۔ تحریر جتنی سادہ ہوگی موثر ہوگی۔ بے ضرورت بڑے بڑے اور مغلق الفاظ نہ آئین۔ بیان صاف ہو۔ عبارت مین پیچیدگی نہ پیدا ہو جہان اُلجھاؤ کا خوف ہو اپنے مفہوم کو چھوٹے چھوٹے جملون مین تقسیم کرکے ادا کرو۔

خیالات کی ترتیب

بہتر ہی کہ قلم اُٹھانے سے پہلے غور کرلو کہ تم کو کیا کیا لکھنا ہی۔ اس کے بعد اپنے ہر ہر خیال کو یکے بعد دیگرے عمدہ ترتیب سے الگ الگ لکھ کر ادا کرو۔ اس طرح تم خیالات کی پریشانی اور عبارت کے اُلجھاؤ سے بچوگے، اور وقت بھی کم صرف ہوگا۔

ایک مطلب کی تکرار

ایک مطلب کی تکرار بدنما اور تضیع اوقات کا باعث ہوتی ہی۔

اشعار داخل کرنے مین برجستگی اور مطابقت حال کا لحاظ

بعض رنگین طبع نوجوان تحریر مین اشعار لکھنے کے بڑے مشتاق ہوتے ہین یہ اگر موقع سے استعمال کیے جائین تو اِن سے پڑھنے والے کو خاص حظ حاصل

ہوتا ہی مگر بہ تکلف اور خواہ مخواہ شعر گھسانا نہایت مکروہ عادت ہی۔ ایسے تکلفات تحریر کے اثر کو خیر باد کہ دیتے ہین۔

طرز بیان نیچرل اختیار کرو

تم اپنے طبعی اور حقیقی جذبات کے اظہار مین جس قدر کامیاب ہوگے تمھاری تحریر اُتنی ہی فصیح ہوگی اور یہی قدرت تو انشاپردازی کی آخری معراج ہی۔

بیان مین زور کیونکر پیدا ہوتا ہے

بیان مین زور پیدا کرنے کا اصلی راز تو (جیساکہ تم کو ابھی معلوم ہوچکا) نیچرل طرزِ ادا ہی جس مین تکلف اور تصنع کو دخل نہ ہو مگر عموماً دیکھا جاتا ہی کہ قلم ہاتھ مین لیتے ہی خواہ مخواہ کاتب کی زبان بدل جاتی ہی اور تحریر مین وہ سادہ و بے ساختہ زبان نہین لکھتا جو وہ روز مرّہ بولتا ہی۔ ایسی حالتون مین مندرجہ ذیل چند اصول کا لحاظ رکھا جاے تو بہت کچھ کامیابی ہوسکتی ہی۔

۱ مبالغہ سے احتراز۔ مثلاً اگر تم کسی دوست کو یہ لکھو کہ "تمھاری جدائی مین خون کے آنسو یا اشک کا دریا بہا رہا ہون"۔ یا "تمھارا خط دیکھ کر قریب تھا کہ مجھے شادیِ مرگ ہو جائے"، تو تمھاری تحریر مین خاک زور ہوگا نہ اثر۔ اسی طرح اور شاعرانہ مضمون آرائیان جو مبالغہ کے سوا کچھ نہ ہون قابلِ احتراز ہین۔

۲ استفہام سے۔ جیسے کسی مفلوک الحال مگر صابر دوست سے خطاب

کر کے کہا جائے "تم تو ایسے راضی و شاکر نظر آتے ہو گویا دنیا نے کبھی تمہارا کچھ بگاڑا ہی نہیں۔ کیا اس نے تمہیں بالکل پامال نہیں کر دیا؟ پیس نہیں دیا؟ روند نہیں دیا؟"

۳۔ تکرار سے۔ جیسے :-

(۱) لوگ کہتے ہیں چمن کی ہوا دل کی کلی کھلاتی ہے۔ کھلاتی ہو۔ مگر کس کی؟ جو خود مسرور ہو۔ مایوس دل، پُرحسرت دل جس دل کی کلی کو دہر کی مسموم ہوا نے پژمردہ اور خشک کر دیا ہو اُس کو کوئی ہوا تازہ نہیں کر سکتی۔

(ب) میں دیوِ نفس کو مغلوب کروں گی۔ خیالِ نمود کو امرِ حق پر قربان کروں گی۔ اپنے لیے نہیں، اپنی قوم کے لیے، اُس شخص کے لیے جو میری قدر کرتا ہے، اُس شخص کے لیے جو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اُس شخص کے لیے جس سے میں محبت کرتی ہوں۔ ہاں ہاں میں راضی ہوں، خوشی سے راضی ہوں۔ میں اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ سمجھوں گی، جس پر میں ہی نہیں میرا خاندان، میرا خاندان ہی نہیں میری قوم ناز کرے گی۔

(ج) سر جاتا ہے۔ سر سے ترا سودا نہیں جاتا ٭ دل جاتا ہے دل سے تری الفت نہیں جاتی

داغ

کئی کئی مرادف المعنی الفاظ کی بھرمار سے احتراز

تکرار مین اِن باتون کا لحاظ رہے کہ ایک ہی مفہوم کی تکرار نہ ہونے پائے کئی کئی مرادف المعنی الفاظ کا استعمال بھی لغو اور زور کا توڑنے والا ہوا کرتا ہے۔

ترقی

تکرار مین ہر بعد کا لفظ یا فقرہ یا جملہ اپنے پہلے لفظ یا فقرے یا جملے سے مفہوم مین بڑھا چڑھا ہوا اور ترقی پر ہو جیسا کہ اوپر والی مثال سے معلوم ہوا ہوگا۔

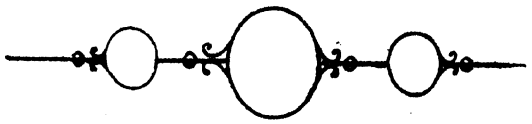

انشاء

اصولِ انشاء

ڈھانچہ

خط کے پانچ ضروری اجزا ہیں جو ہر طبقہ اور ہر حالت کے لیے عام ہیں۔ ان کی پابندی فرض ہے۔ ۱۔ (بائیں ہاتھ کو پیشانی پر) کاتب کا پتہ اور تاریخ ۲۔ القاب ۳۔ سلام و دعا ۴۔ (نئی سطر سے) مدعا ۵۔ (نیچے بائیں ہاتھ کو) نام۔ نمونہ یہ ہے۔

(۱) صادق پور۔ پٹنہ
۱۰ر اکتوبر ۱۹۱۲ء

(۲) جناب من (۳) تسلیم

(۴) .....

.....

.....

(۵) نیازمند
سید احمد

القاب اور عام غلطیان۔

ان مین القاب نہایت اہم جزو ہو جس مین عوام الناس طرح طرح کی غلطیان کرتے ہین۔ کہین فارسی عربی الفاظ کی ہڈیان توڑی جاتی ہین کہین بے محل القاب لکھ کر بدمذاقی کی داد دی جاتی ہو۔ ذیل مین بعض مروجہ اغلاط کی تصحیح کردی جاتی ہو ان سے پرہیز کرو۔

زاد نوازشہ۔ یا نوازشکم غلط ہو اس لیے کہ نوازش فارسی ہو اور ہ اور کم عربی ضمیرین ہین جو فارسی لفظون کے ساتھ نہین آسکتین۔

بزرگون کو دام اقبالہ۔ لکھنا چاہیے۔ یہ لفظ افسرون یا آقاؤن کے لیے مخصوص ہین۔

نور چشمی یا نور چشمیہ یہان ی غلط ہو متکلم کی ی فارسی الفاظ مین نہین لگ سکتی۔ نہ تائے تانیث فارسی الفاظ مین لگ سکتی ہے۔

قبلہ کونین و کعبہ دارین کسی کے لیے موزون نہین۔

عورتون کو جنابہ لکھنا غلط ہو۔ جناب مرد عورت سب کے لیے صحیح ہو۔

القاب مین نہ مبالغہ آمیز طوالت ہو نہ اتنا اختصار کہ مخاطب کا رتبہ گھٹتا

اکثر انگریزی دان حضرات انگریزی ڈھرے پر اردو کے القاب بھی ڈھال لیتے ہین۔ اس مین کوئی شک نہین کہ اردو انشا کو انگریزی سے بہت کچھ

فیض حاصل کرنا ہی مگر انگریزی کی پوری پوری تقلید اردو کے حسبِ حال نہین۔

ذیل مین مختلف مدارج والون کے لیے مختلف القاب درج کیے جاتے ہین جن مین اختصار، سادگی، بے ساختہ پن کی رعایتین ملحوظ رکھی گئی ہین واضح رہے کہ عوام کے لیے یہ خاکے ہین سلیم طبیعتین موزون اور مناسب القاب خود پیدا کرسکتی ہین۔

نمبر شمار	مدارج	القاب	سلام و دعا	خاتمہ
۱	باپ۔ مان چچا۔ دادا بڑا بھائی۔ بڑی بہن وغیرہ نہایت قریبی رشتہ دار	ابّا جان۔ امّا جان چھوٹے یا بڑے ابّا۔ دادا جان۔ بھائی جان۔ باجی جان۔ خالہ امان	اداب یا بندگی عرض ہی۔	آپکا فرمانبردار فرزند آپ کا عزیز بھائی فرمانپذیر
۲	اور اور قرابتمند جن سے چندان خلا ملا نہ ہو۔	بخدمت اقدس جناب ......صاحب مکرم مخدوم مد ظلہ العالی۔ مخدومی و محترمی جناب .... صاحب زید مجدکم	السّلام علیکم و رحمۃ اللہ تسلیم بعد تکریم	خادم نیازمند۔ عقید تمند۔ ارادتمند
۳	معمولی ملاقات والون کو	عنایت وکرم فرمای بندہ زاد لطفہ یا عنایتہ مہربان من۔ کرم فرمای من	سلامت السلام علیکم و رحمۃ اللہ	خاکسار۔ عاجز (صرف دستخط بھی کافی ہے)

	مدارج	القاب	سلام و دعا	خاتمہ
۴	غیروں کو اور اجنبی لوگوں کو	جناب من ۔ مکرم بندہ	تسلیم	صرف دستخط
۵	آقا یا افسر کو	خداوند نعمت ۔ بندہ نواز قبلہ حاجات ۔ پیر و مرشد	دام اقبالہ	فدوی ۔ کمترین ۔ تابعدار
۶	نوکروں کو (از قسم خدمتگار)	میاں راحت کو سلام کے بعد معلوم ہو		صرف دستخط
۷	خاص عزیزوں اور خردوں کو	جانِ پدر ۔ سرمایۂ پدر ۔ برادر بجان برابر ۔ پیارے احمد میری پیاری صالحہ ۔ بھولی عائشہ ۔ شریر میمونہ	خدا تمھیں خوش رکھے سلمکم اللہ تعالیٰ	دعاگو ۔ خیرطلب ۔ خیرسگال خیراندیش مشتاق دید
۸	عام عزیزوں کو	نورچشم ۔ نورعین ۔ جگرگوشہ نورنظر ۔ لختِ جگر ۔ راحت جان عزیز سراپا سعادت و تمیز	سلمہ ربہ ۔ مدعمرہ	؍؍
۹	دوست کو	پیارے دوست ۔ وفاشعار دوست ۔ پیارے محمود	خوش رہو	تمھارا مخلص ۔ اخلاصمند
۱۰	بیوی کو	آرامِ جان ۔ بیگم جان جان میری جان ۔ دلارے [illegible]	؍؍	تعلقات اور طرز معاشرت کے مطابق
۱۱	شوہر کو	میرے سرتاج	؍؍	؍؍

ف زیادہ خلوص و محبت کے موقع پر انتہائے بے تکلفی مین (جیسے نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱) کبھی القاب کا بالکل ترک کر دینا نامناسب نہین ہوتا بلکہ یہ ایک نیچرل بات ہے۔

پتا

پتا لکھنے مین عوام تکلفات سے باز نہین آتے۔ ذیل کا نمونہ قابل دید ہے۔

پتا لکھنے مین نامسنون تکلفات

بفضلہ تعالےٰ لف ہذا

مقام بانکی پور ضلع پٹنہ۔ محلہ رمنہ۔ تھانہ پیر ہوڑ۔ ڈاکخانہ مہندرو۔

بدولتسرا جناب مولوی غلام قادر صاحب مرحوم وکیل رسیدہ

بخدمت فیضدرجت معظم و مکرم جناب بھائی صاحب منجناب بھائی مولوی

سید عبدالکریم صاحب دام ظلکم

مرسلہ

عبدالرحیم

تاریخ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۰ھ

یہ ایک نہایت بیہودہ ترکیب ہے جس سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے۔ پتا نہایت سادہ اور تمام تکلفات، اور حشو و زوائد سے پاک ہونا چاہیے۔ تاکہ ڈاکخانہ والون کو مکتوب الیہ تک پہونچا دینے مین کوئی دقت یا غلطی نہ واقع ہو۔

پتے مین صفائی اور ترتیب

پہلے مکتوب الیہ کا نام نہایت صاف اور بلا القاب۔ پھر مکان۔ اس کے بعد محلہ۔ پھر ڈاکخانہ اور ضرورت ہو تو ضلع سب کے آخر مین۔ پتے پر یہ القاب و آداب کی بھرمار ہو نہ بفضلہ تعالیٰ اور انشاء اللہ لف ہذا ٹکٹ لا چسپان۔ نہ جواب طلب ضروری۔ اگر اپنا نام درج بھی کرو تو صرف سرکاری مراسلتون مین۔ ذیل کا نمونہ ذہن نشین کرلو۔

پتے کا نمونہ

عزیزی اظہار الدین سلمہ

بمکان منشی ظہیر الدین صاحب

ڈاکخانہ کاکو ضلع گیا۔

خطوط

(۱) خاص بزرگوں کے نام

بیٹے کا خط باپ کے نام

بانکی پور۔ ڈاکخانہ مرادپور
۱۵ر مارچ ۱۹۱۳ء

ابا جان اداب عرض ہے۔

گرامی نامہ ابھی ملا جواب مین خلاف معمول تاخیر کی ایک خاص وجہ پیش آگئی۔ امتحان تمام ہونے پر ہمارے ماسٹر صاحب سیر و تفریح اور اور باتون کی عملی تعلیم دینے کے لیے پچاس طلبہ کی ایک جماعت کو لے کر اسٹیمر سے مونگیر لے گئے مین بھی انھین مین تھا۔ تین مہینون کی لگاتار محنت نے صحت پر بُرا اثر کرنا شروع کیا تھا۔ ضعف معدہ سے عاجز ہو چلا تھا اور درد سر بھی پریشان رکھتا تھا مگر خدا کا شکر ہو کہ اس چھوٹے سے فرحت بخش سفر نے یہ شکایتین اتنی کم کر دین کہ گویا بالکل نہین رہین۔

اس سفر مین ہم نے کیا کیا سبق حاصل کیا۔ ان کے سننے کے آپ بھی منتظر ہون گے ان شاءاللہ ۲۲ر مارچ تک شرفِ قدمبوسی حاصل کر کے بالمشافہ عرض کرون گا۔

امتحان مین میرے سارے کاغذ اچھے گئے اور بہت اچھے گئے۔ خدا کی

ذات سے کامیابی کی امید ہے۔

صفیہ سلما کی بیماری کی کیفیت معلوم کرکے سخت تردد ہوگیا ہی۔ میری خواہش ابھی مکان آنے کی نہ تھی مگر صفیہ کی بدمزگی، آپ کے سوال اور اماجان کے اصرار نے مجبور کردیا۔ ۲۱ کو صبح کی گاڑی سے جہان آباد پہونچوں گا اسٹیشن پر ایک سواری اگر آسانی سے ممکن ہو بھیج دیجیے گا ورنہ زحمت کی ضرورت نہیں۔

آپ کا فرمانبردار فرزند

حامد

بیٹے کا خط ماں کے نام

بانکی پور۔ ڈاکخانہ مرادپور
۲۵ جولائی سنہ ۱۹۱۲ع

اماں جان بندگی عرض ہے۔

آپ کو اور صفیہ سلما کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوگی کہ میں نے اول درجہ میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ چونکہ آپ دونوں ماں بیٹیوں کو اس کا انتظار سب سے زیادہ تھا اور ہر خط میں آپ لوگوں کے اسی ایک سوال کا جواب دیتے دیتے میں پریشان تھا اس لیے یہ خوشخبری پہلے آپ ہی کو سنائی۔ ابا جان کو اس کی اطلاع کردیجیے گا۔ کل تک میں گزٹ بھی اُن کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

آپ کو یہ معلوم کر کے بھی خوشی ہو گی کہ علی حسن چچا کے بیٹے بھائی محسن نے بھی دوم درجہ مین پاس کیا۔

باقی احوال پھر عرض کرون گا۔ اباجان کی خدمت مین آداب۔ صفیہ اور خدیجہ کو پیار۔

آپ کا فرمانپذیر

نصرو

چچا کے نام

بیکر ہوسٹل۔ کلکتہ
۱ر اگست سنہ ۱۹۱۲ء

چھوٹے اباجان السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

گرامی نامہ وارد ہوا۔ مجھ کو یہ معلوم کر کے سخت تعجب ہوا کہ دیہات ہی مین بیٹھے بیٹھے آپ نے جنید کو اتنی تعلیم دے دی کہ درجہ چہارم کے لیے تیار کر دیا۔ اور یہ بہت ہی خوب ہوا۔ میرا تجربہ ہے کہ آجکل پانچوین کلاس تک کی تعلیم ہرگز اتنی کافی نہین ہوتی کہ چھٹے درجہ مین طالب علم آسانی سے چل سکے۔

یہان طلبہ کے رہنے کی کئی صورتین ہین۔ زیادہ تعداد تو اُن کم حیثیت طلبہ کی ہے جو ٹیوشن سے بسر کرتے ہین۔ متوسط الحال لڑکون نے مل جل کر مس کھڑے کر لئے ہین۔ اور فارغ البال لڑکے ہوسٹل مین رہتے ہین۔

مس کے خرچ کا اندازہ کم از کم عـــہ ماہوار۔ اور ہوسٹل کا تقریباً عـــہ
سمجھ لیجئے۔ تربیت کا فرق جو آپ دریافت فرماتے ہین اس کی نسبت عرض
ہے کہ سب کا ایک رنگ ہے۔ اسکول مین تو سبھی ایک جگہ جمع ہوتے ہین اور
تربیت کا رنگ وہین چڑھتا ہے۔ ہوسٹل مین ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ
پابندیون کے باعث پڑھنا خوب ہوتا ہے۔ کم سے کم اور جگھون سے تو ضرور
زیادہ ہوتا ہے۔ اور سارے معمولات وقت پر ہوتے ہین۔

یہ سب تو محض اطلاعاً عرض ہوا۔ میری رائے جو آپ دریافت فرماتے
ہین تو گزارش ہے کہ ہم دونون بھائی ایک ہی شہر مین رہ کر الگ الگ
کیون رہنے لگے۔

چچی جان کی خدمت مین آداب۔ جنید کو سلام علیک فرما دیجئے گا،
آپ کا صلّو

بڑے بھائی کے نام

چوک مسجد۔ آرہ۔
۲۶ر فروری ۱۹۱۲ء

بھائی جان — السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

مین آپ سے پہلے کئی بار عرض کر چکا ہون اور مٹریکلیشن کلاس مین پہنچنے پر
اصرار کرتا ہون کہ آپ بانکی پور مین میرے رہنے کا سامان کر دین یہان کی

تعلیم اور تربیت سے تو مین حسب خواہ علمی ترقی ہرگز نہ کرسکون گا۔ یہان کی صحبت بالکل ناقص ہی۔ اور طلبہ مین علمی مذاق نظر نہین آتا۔ اس لیئے اگر آپ کی یہ خواہش ہو کہ مین یونیورسٹی مین کچھ نام کرسکون تو آپ مجھے آرہ سے اُٹھوا کر بانکی پور بھیج دین۔ ابا جان چونکہ یہ سب باتین انگریزی نہ جاننے کے سبب سے نہین سمجھ سکتے اس لیے آپ کو تحریر کیا کہ آپ اُنھین سمجھا دین۔ اور اس مین کوئی تکلف نہین۔ مین نانیال مین رہون گا۔ اور بڑے ماموں جان میرے کارجین ہون گے۔ مجھے آپ کو زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ آپ اِن باتون سے خود واقف ہین۔

آپ کا عزیز بھائی
عبد الحمید

چھوٹی بہن کا خط بڑے بھائی کے نام

قاضی محلہ۔ باڑھ
۲ مارچ ۱۹۱۲ء

بھائی جان تسلیم عرض ہے

آج مین آپ کے پاس ایک فریاد لائی ہون۔ آپ کو سچے ایمان سے فیصلہ دینا ہوگا۔ تعلیم سے آدمی کی کیا کیا غرضین ہوتی ہین؟ صرف یہی کہ زبانین سیکھا

تے کیجئے۔ قرآن حدیث پڑھیئے۔ اخلاقی کتابین دیکھا کیجئے اور بس۔ زبان تو سیکھی جاتی ہی۔ اسی لیے کہ اُس زبان کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے۔ اگر آدمی زبانین ہی سیکھتا رہ جائے تو آخر اُس سے مصرف کیا لے گا۔

اُردو مین ڈپٹی نذیر احمد خان کی کتابین تو گینج ماری گیئن۔ تہذیب نسوان کی شائع کی ہوئی کتابین کب کی ختم ہو چکین۔ اور بھی بیسیون کتابین سبقاً پڑھائی گیئن۔ اور انھین چالیس پچاس کتابون پر اردو لٹریچر کا ہمارے لیئے خاتمہ ہو گیا۔ رہی فارسی اس مین گلستان بوستان پند نامہ عطار مثنوی شریف اور دو چار اور اخلاقی کتابین پڑھا لکھا کر آپ لوگون نے ہمین فاضل بنا دیا۔ اور اب فارسی مین ہمارے لیے کوئی دلچسپ کتاب گویا نہین رہی۔ اس لیئے اب ہمین ہاتھ پاؤن توڑ کر بیٹھ رہنا چاہیئے۔ ناول پڑھنے کی اجازت نہین۔ پنجاب کے اخبار اور رسالے دیکھنے کی اجازت نہین کہ زبان بگڑ جائے گی۔ ان پابندیون کا نتیجہ یہ ہی کہ میرا دل پڑھنے لکھنے سے اچاٹ ہوا جاتا ہی۔

کل دولھا بھائی سے امراؤ جان سے لے کر دیکھ رہی تھی۔ ایسا دل لگ گیا تھا کہ بیان نہین کر سکتی۔ ابا جان نے باہر سے آ کر دیکھا۔ اور صرف ناول ہونے

کی بنا بر نارضامندی ظاہر کی۔ اب مینے بھی ٹھان لیا ہو کہ لکھنا پڑھنا یکقلم موقوف۔ کاش مین تعلیم کے عوض ہنر ہی سکھائی گئی ہوتی جو دلبستگی کا اچھا ذریعہ ہوتا۔ مین یہ کب سمجھتی تھی حقیقت یہ ہو کہ یہ سخت ظلم ہے۔ اب دیکھتی ہون آپ کیا انصاف کرتے ہین۔

آپ کی عزیز بہن

میمونہ

(۲) عام بزرگون کے نام

(ایک چچا کو)

کڑہ روڈ۔ الہ آباد
۲۴ فروری ۱۹۱۲ء

مخدومی و مکرمی حضرت عمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آج شب کو گیارہ بجے یکایک کوئی صاحب مجھ کو ڈھونڈھتے ہوئے پہونچے۔ مین اپنے کمرے مین بیٹھا کتاب دیکھ رہا تھا آواز مانوس پاکر باہر نکل آیا تو دیکھتا ہون کہ میان محمد سلمہ ہین۔ گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ انگریزی پڑھنا چاہتے ہین اور اسی لیے وہ میرے پاس آئے ہین۔ گو مجھ کو یقین ہو کہ اگر یہ خواہش وہ آپ سے ظاہر کرتے تو ہرگز انکار نہ کرتے مگر مینے ان کو مصلحتہً کوئی سرزنش نہین کی۔ اور دلدہی کرتا رہا۔ اب آپ کو

اختیار ہی خواہ ان کو بلوالین یا یہین چھوڑ دین مین ان کے انداز دیکھ کر ان کی تعلیم کا سلسلہ یہین جاری کر دون۔ مگر مجھ کو تو انگریزی و نگریزی بہانے ہی بہانے نظر آتے ہین۔ اِن کی طبیعت مین وحشت معلوم ہوتی ہے۔

زیادہ نیاز۔

خادم
عبدالصمد

(۳) معمولی ملاقات والون کو

لاہور۔ بنگلہ ایوب شاہ
۹ر جنوری ۸۳ء

عالی جناب من۔

تسلیم۔ آج مجھے ایک ایسا معاملہ پیش آیا جو آج تک نہین ہوا تھا۔ وہی مشکی گھوڑا جس کا کئی دفعہ آپ سے ذکر آیا تھا، سائیس لے کر بھاگ گیا۔ وہ ۱۱ بجے دن کے یہان سے گیا ہی۔ اس لیے بُدھ کو کسی وقت امرتسر ضرور پہنچے گا۔ آپ اسی وقت پیش خدمت کو فرمائین کہ سرائے اور یکہ خانون مین جا کر ایک نظر ڈالے یہ گھوڑا یا رکندی یا بو ہی اور یکرنگ مشکی رنگ ہی، پیشانی اور ناک کے پان سات بال سفید بھی نظر آئین گے۔ عمر مین ۸۔ ۹۔ ۱۰ برس کا ہوگا۔ لاغر اندام ہی۔ سائیس کا امام دین نام ہی۔ اُس کا بھی مشکی ہی رنگ ہی۔ ۳۵۔ ۳۶ برس کی

عمر ہوگی۔ اوسط قد، لاغر اندام، سر پر لال چھینٹ کا کن ٹوپ، متوسط ڈاڑھی چڑھوان، کانون سے بہرا ہے۔ علاقہ کپورتھلہ کا رہنے والا ہے۔

کوتوالی لاہور سے بھی آدمی اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہین لیکن شاید وہ دیر مین پہنچین۔ مین کار تحریر کے سبب سے حاضر نہ ہوسکا۔ ورنہ خود آتا۔ حاضری بھی دیتا اور یہ کام بھی ہوجاتا۔

اس دن آپ کا تشریف لانا اور میرا ملاقات سے محروم رہنا اب تک دل کو خراش دے رہا ہے۔ بہت سی باتین تھین کہ ضرور کہنے کے قابل تھین خصوصًا بعض مشورے مسودات کتاب کے باب مین۔ پروردگار پھر بخیر وسلامت ملنا نصیب کرے۔

محمد حسین۔ آزاد

(۴) اجنبی اشخاص کے نام

پیٹھانہ۔ ضلع پٹنہ
۲۰ مارچ ۱۹۱۳ء

جناب من تسلیم

مہربانی فرماکر تمدن اور عصمت قسم اول اپریل سے میرے نام جاری فرمادین۔ اور پہلے پرچے بذریعہ وی پی پوسٹ بھیج کر سالانہ چندہ وصول کرلین۔ مگر عصمت کی جلد چونکہ جنوری سے شروع ہوتی ہے۔ لہذا عصمت کے جنوری سے

مارچ تک کے پرچے بھیج کر عصمت کا حساب جنوری سے قرار دین۔

فضل الباری

ایضاً جواب

از دفتر رسالہ عصمت و تمدن دہلی
۲۳ر مارچ ۱۹۱۳ء

جناب من تسلیم

بجواب عنایت نامہ مورخہ ۲۰ر مارچ گزارش ہو کہ عصمت کے جنوری و فروری کے پرچے سب فروخت ہوگئے۔ صرف مارچ کا رہ گیا ہو۔ لہذا بہتر ہو کہ دونون پرچون (تمدن و عصمت) کی خریداری کا حساب اپریل ہی سے رکھا جائے۔ یون کسی قسم کی غلطی کا گمان کم ہو۔ دو مختلف حسابون مین ممکن ہو کہ کوئی غلطی واقع ہو جائے۔

نیازمند
منیجر

(۵) آقا یا افسر کے نام
(وائس چیرمین کو)

مغلپورہ۔ پٹنہ
۲۷ر دسمبر ۱۹۱۱ء

بخدمت جناب وائس چیرمین صاحب پٹنہ میونسپلٹی
صادق پور۔ پٹنہ

جناب عالی

آج ایک مہینہ کا عرصہ ہوتا ہو کہ اس طرف نہ ڈومون کا گزر ہوا نہ خاکروبون کا

نالے پڑے سڑرہے ہین. گلیون مین کوڑون کا ڈھیر ہر۔ ایسی فصل مین جب ہیضہ کا بازاریون ہی گرم ہر اس کثافت کا نتیجہ کیا ہوگا ؟

امید ہر کہ جناب بہت جلد اس کے متعلق کیفیت طلب کرین گے۔ ہم لوگون پر بڑا احسان ہوگا

ملتمسین
باشندگان محلہ مغلپورہ

طالب علم کی عرضی ہڈماسٹر کے نام

اسلامیہ مس۔ چوہٹہ۔ بانکی پو
۱۰ جنوری سنہ ۱۹۱۲ عیسوی

بخدمت گرامی جناب ہڈماسٹر زیدہ مجدکم۔ تسلیم

آج والد صاحب کے خط سے یہ وحشت ناک خبر ملی کہ والدہ صاحبہ سخت بیمار ہین۔ اور مجھ کو دیکھنا چاہتی ہین۔ اس لیئے گزارش ہر کہ ایک ہفتہ کی رخصت عنایت فرمائین یعنی آج دسوین جنوری سے لے کر ۱۶ تک۔ مین آج شام کی گاڑی سے روانہ ہوجانا چاہتا ہون۔ آپکے نام والد صاحب کا خط بھی اسی عرضی کے ساتھ منسلک ہر۔ اور اس خصوص مین آپ میرے گارجین مولوی کریم الدین صاحب سے گفتگو کرکے بھی اطمینان کرسکتے ہین۔

آپ کا فرمانبردار شاگرد
سید احمد علی

درخواست افسر کی خدمت مین

پکی سرائے مظفرپور
۱۵ فروری سنہ ۱۹۱۲ء

حضور عالی تسلیم بصد تکریم

گزارش یہ ہو کہ ۵ مارچ کو میرے لڑکے کی شادی کی تاریخ قرار پائی ہے۔ مین حضور سے فرصت کے لیے زبانی عرض کر چکا ہون مگر دوبارہ ملتمس ہون کہ سالانہ رخصت مین سے ۱۰ جنوری سے ۱۵ جنوری تک میری رخصت منظور فرما کر ممنون بنائین۔

آپ کا خادم
عنایت حسین

ایک کارپرداز کا عریضہ آقا کی خدمت مین

۲۵ بو بازار اسٹریٹ کلکتہ
۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

خداوند نعمت دام اقبالہ

خدا کے فضل سے ساری چیزون کی خریداری ہوگئی۔ صرف ایک مسہری باقی رہ گئی ہے جو ایک ہفتہ تک تیار ہو جاے گی۔ اور جڑاؤ گلوبند کی نسبت ہملٹن نے ۳۱ جنوری تک کا وعدہ کیا ہے۔ لہذا اب مجھ کو ان دونون چیزون کے انتظار مین کلکتہ مین بیٹھے اوقات برباد کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی

مسہری مین پسند کرچکا ہون۔ بیعانہ کی رقم بھی دے کر رسید لے لی ہو۔ صرف روغن دینے مین دیر ہو رہی ہے۔ تیار ہونے پر کمپنی خود احتیاط سے ریل مین رکھکر روانہ کرے گی۔ اور گلوبند کے لیے بھی میرے رہنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ یہ وقت بہت قیمتی ہو۔ شادی کا گھر ہو۔ ڈیوڑھی پر رہون گا تو سیکڑون ضروری کام انجام پائین گے۔

یہان کی آب و ہوا بھی مجھ پر اثر کرنے لگی ہو۔ دو روز سے خفیف حرارت ہر آیا کرتی ہو۔ بہرکیف مین حضور کے حکم کا منتظر رہون گا۔

کمترین
ہر سہاے لعل

(۶) ایک نوکر کے نام

قلعہ - مونگیر
۲۲ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء

لالہ ہر سہاے لعل کو۔ تسلیم کے بعد معلوم ہو کہ تمھارا خط ملا۔ تمھاری مستعدی اور کارگزاری کو دیکھکر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ اب تم کو وہان ٹھہرنا کسی طرح مناسب نہین۔ کل تمھین یہ خط ملے گا اور کل ہی شام کی ڈاک سے تم کلکتے سے روانہ ہو جاؤ۔ تمھاری صحت کے خراب ہونے سے تمھارا اور ہمارا دونون کا نقصان ہو۔ اس وقت یہان تمھاری اور تمھارے

جیسے اور آدمیون کی سخت ضرورت ہو۔ مختار صاحب بیمار۔ لڑکون کا امتحان درپیش۔ سخت تردد ہو کہ دو مہینے مین کیا کیا ہوگا۔

اگر وقت ملے تو ایک رسٹ واچ سونے کی چوڑی والی خوب صورت دیکھ کر لیتے آنا۔ گر دیکھنا کسی وجہ سے کل کی گاڑی نہ چھوڑنا۔ تاکید جانو۔

ولی مرزا

(۷) خاص عزیزون اور خوردون کے نام

(بیٹے کو)

فتوحہ۔ ضلع پٹنہ
۱۲ اپریل ۱۹۱۱ء

جان پدر خدا تمھین اپنے امان مین رکھے۔

میان عبدالکریم سلمہ کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ تمھین دیکھنے کو ور ڈنگٹن مین گئے تھے تو تمھین تپ مین مبتلا پایا تھا۔ پیمائش (سروے) کے جھگڑون سے ایک لحظہ فرصت نہین۔ ورنہ مین خود آتا۔ پندرہ روز ہوتے ہین تمھارا ایک خط نہین آیا اس سے اور بھی تردد ہوتا ہے۔ گو مین تو جانتا ہون کہ تمھین خط لکھنے کی عادت نہین مگر تمھاری والدہ کو تپاک ہوتا ہے اور اُن کے تپاک نے مجھ کو بھی پریشان کر رکھا ہے۔ خدا کرے تم اب تک چنگے ہوگئے ہو۔

افسوس ہے تم لوگ خط لکھنا ایک غیر ضروری امر سمجھتے ہو۔ کاش تم ان کی

ماتا اور محبت کی لہر سے واقف ہوتے۔

عجلت میں میں زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ جواب سے فوراً آگاہ کرو۔ دوشنبہ تک اگر تمھارا جواب نہ ملا تو سارے کام چھوڑ کر چلا آؤں گا۔ دعاگو

محمد ہاشم

چھوٹے بھائی کے نام اصلی خط

لندن
۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء

پیارے بھائی شاد باش! زندہ باش!

تمھارا خط ملا۔ باعثِ مسرت و خوشی ہوا۔ میں یہاں سے دو ہفتہ میں جرمنی چلا جاؤں گا۔ وہاں ڈگری لینے کے لیے یونیورسٹی میں داخل ہوں گا۔ صرف قانون کی حاضری کے لیے لندن آیا کروں گا۔

میں تم کو کیا لکھوں۔ بہتر ہوگا اگر میں تمھیں یہ بتاؤں کہ تم کو اپنی آیندہ تعلیم و ترقی کے لیے کیا کیا کرنا چاہیے۔ مگر یہ وعدہ کرو کہ افراط و تفریط کی غلطی نہیں کروگے۔

سب سے پہلی بات اور غلطی جو مجھ کو اپنی تعلیم میں یہاں آکر معلوم ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ جہاں میں نے اپنے دل و دماغ کو علم سے نشو و نما دینے میں اپنی

وسعت سے زیادہ کوشش کی، وہین اپنے جسم اور قوی پر ظلم کرتا رہا۔
حالانکہ انسان حقیقی انسان اُسی وقت بنتا ہی جب نہ صرف روح
تربیت یافتہ ہو بلکہ روح کا مسکن (جسم) بھی حالتِ صحیح مین ہو .....
تم ابھی سے اپنے جسم کی بہر طور حفاظت کرنا (خدا اُس کو امراض اور
حوادث سے محفوظ رکھے)۔ ورزش اور تفریح سے اسے غذا پہونچانا، تاکہ
جب تم جوان ہو تو اپنے بھائی سے نہ صرف دماغی قابلیت مین بڑھ چڑھ کر
ہو، بلکہ ذاتی وجاہت، صورت اور تناسب جسمی مین بھی مکمل انسان کا
نمونہ ہو۔ مین یہ دیکھنا چاہتا ہون کہ حقیقت مین تمھارے اندر اس اجتماع
سعدین سے وہ خوبیان اور محاسن پیدا ہون جو انسانون کو برگزیدہ
بناتے ہین .....

اگر تم میرے بڑے بھائی ہوتے اور مین چھوٹا، اور یہ خط تم مجھ کو لکھتے تو
مین ضرور کہتا کہ میان چونکہ خود سب مراحل طے کر چکے ہین، ناصح بن گئے
ہین۔ اگر خود انھین کوئی یہ سب باتین کرنے کو کہہ دیتا اور کر لیتے تو ہم بھی
دیکھتے۔ مگر تم زیادہ سعادتمند ہو جن باتون کو قابل عمل پاؤ اور جن سے
خود اتفاق کرو، اُن کے لیے کوشش کرو۔ کیونکہ زندگی کا حقیقی کارساز

خدا ہی۔ تدابیر پر ہمیشہ تقدیر غالب ہی۔ ان شاء اللہ جس راستے سے تم آؤ گے محافظِ حقیقی اپنے سایۂ عاطفت میں تم کو ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچا دے گا۔ ہمیشہ میری یہی دعا ہی۔

مجھے فرصت کم رہتی ہے۔ اگر خطوں کا جواب دینے میں توقف ہو تو قابل معافی ہے۔ تمہارا بھائی تمہیں ہمیشہ یاد کرتا ہی اور ہمیشہ اس خیال سے خوش ہے کہ تم اس کے لیے نہ صرف قوت بازو ہوگے۔ بلکہ اس کے سب سے بڑے رفیق اور دوست۔ امید ہی کہ ہم دونوں اپنے ماں باپ کی خدمت بجا لائیں گے۔ یہ خط میں نے محبت کے جوش میں لکھ دیا ہے۔ اگر کہیں کمی یا زیادتی ہو تو معاف کرنا۔

(از مخزن)

فائدہ :۔ اس خط میں جو بات غور طلب اور تقلید کے قابل ہے، وہ انداز خلوص اور جوشِ محبت کا اظہار ہے۔ نہ کہ زبان۔ خط کو حقیقی جذبات کا آئینہ ہونا چاہیئے۔

بڑے بھائی کا خط چھوٹی بہن کے نام

دربھنگہ
۴ر مارچ ۱۹۱۲ء

جواب خط ص۳۷

میری پیاری میمونہ

آج کل مین ایسا عدیم الفرصت ہون کہ تمھارے خط کا جواب کسی فرصت کے وقت پر اُٹھا رکھنے کو تھا مگر ایک تو مین یون ہی تمھاری تنک مزاجی سے ڈرتا رہتا ہون۔ اُس پر یہ فریادی خط۔ سو کام چھوڑ کر جواب لکھنے کو آمادہ ہو گیا۔

میمونہ تجھ کو ایمان اور قسم کا حوالہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک تو بھلے آدمی کے لیے قسم دینا یا ایمان کا حوالہ دینا ایک غیر مہذب بات ہی دوسرے تم میرے مزاج سے خوب واقف ہو۔ کبھی لگی لپٹی رکھتا ہی نہین۔ جو کچھ کہتا ہون صاف اور دو ٹوک۔ چنانچہ یہان بھی سن لو۔

تمھارا غصہ۔ تمھارا رنج۔ تمھاری مایوسی سب بجا درست۔ یہ ہم لوگون کا قصور ہی کہ لڑکیون کے لیے نہ کافی لٹریچر جمع کیا نہ اس وقت چندان توجہ ہے۔ اس کے متعلق مین نے ایک مفصل بحث عصمت مین روانہ کی ہی جو آئندہ ماہ مین تمھاری نظر سے گذرے گا۔ بہرکیف یہ تدبیر تو آئندہ کے لیے ہی اور بحث ہی موجودہ طرز عمل پر۔ واقعی ایک خواندہ آدمی کے لیے اس سے بڑا ظلم

نہین ہوسکتا کہ اُس کو اُس کی خواہش کے مطابق کتابین نہ پڑھنے دیجائین
یہ بالکل صحیح ہو کہ صرف اخلاقی اور مذہبی لٹریچر کا بار انسان کا دماغ نہین
برداشت کرسکتا۔ مطالعہ کتب بغیر مضامین کی رنگارنگی کے ایک عذاب سے کم نہین
ابا جان اس حدتک صحیح ہین کہ بلا امتیاز ہر قسم کی کتابون کا مطالعہ نوجوان
لڑکون اور لڑکیون کے لیے جائز نہین۔ اُن کو ہر نئی کتاب کے مطالعہ سے قبل
اپنے اُستاد سے ضرور مشورہ کرلینا چاہیئے۔ مگر اس مقام پر مجھ کو اُن سے اختلاف
ہو۔ ارمانوسہ تم کو انھون نے صرف ناول سمجھ کر پڑھنے نہ دیا۔ اگر اُن کو معلوم
ہوتا کہ یہ کیسی کتاب ہو تو ہرگز منع نہ کرتے۔ مگر ناول سے اُن کو نفرت ہو
کبھی اُٹھا کر نہین دیکھا اور یہی وجہ ہو کہ اس کے متعلق وہ صحیح رائے ہرگز
قائم نہ کرسکے۔

ناول دراصل کوئی بڑا لٹریچر نہین۔ یورپ مین اس سے وہ وہ کام لیئے
جاتے ہین جو بڑی بڑی سائکلو پیڈیا سے بھی نہین نکل سکتے۔ سوسائٹی کی
صلاح کے لیے تو سب سے اچھا پیرایہ ہے ہی، ایک دوسری مفید بات یہ ہو
کہ ایک باسلیقہ ناول نگار تواریخ کو ادب مین محلول کرکے ایسا دلچسپ
بنا دیتا ہو کہ عام پبلک جو بوجہ کم علمی یا نامناسبت طبع کے تواریخ کا

مطالعہ نہین کرتی ، تاریخ سے معقول حد تک واقف ہو جاتی ہی۔ اسی طرح
پالیٹکس کی تعلیم نہایت آسانی سے حاصل ہو جاتی ہی۔ واقعات عالم سے آگاہی
ہوتی ہی۔ یون ہمارے ہندوستان مین چند لکھنؤ کے گنڈے اس پر قلم اُٹھا کر
وسیلہ عیاشی بنا دین اور اس لٹریچر کو ناپاک کر دین۔ چند لالہ بھائی اور پنجابی
حضرات اردو کی گردن پر اُلٹی چھُری پھیر پھیر کر اس کی زبان مے ابا جان
جیسے لوگون کو بدگمان کر دین تو اس سے فی نفسہ ناول کے لٹریچر پر حرف نہین آسکتا
اس وقت یورپ مین اس قدر مقبول لٹریچر ہے کہ مصنف سے لے کر کوچبان تک
کی میز اس سے خالی نہین ہو سکتی۔ اور نہایت ضروری اور اہم فن گنا جاتا ہے۔
اچھے خاصے عالمون کی اوقات کا بھی معقول حصہ ناول خوانی مین صرف ہوتا ہی
باوجود عمدہ ناول نگارون کی قلت کے تمھاری اردو مین بھی اچھے ناولون
کا ایک کافی ذخیرہ موجود ہی۔ مثلاً مندرجہ ذیل ناول کی نسبت مین خوشی سے
تم کو اجازت دیتا ہون کہ منگوا کر پڑھو۔

شرر کے ناول سوا بے دلچسپ۔ دلکش و فردوس برین۔ بدرالنسا کی مصیبت
جُرجی زیدان کے ناولون کے کل ترجمے۔ ارمانوسہ۔ فتاۃ غسان۔
ابو مسلم خراسانی۔ مجبوبہ قریش۔

انگریزی مین لڑکون اور لڑکیون کے لیے خاص ناول لکھے جاتے ہین مگر اُردو مین ایسا نہین۔ اس لیے اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے مصنف کا ناول بھی اُس کے نام کے فریب مین آکر دیکھنے نہ لگو۔ بلکہ اس کے متعلق بھائی اصغر سے یا مجھ سے مشورہ کر لیا کرو۔

اسوقت مین اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتا ہون۔ ابا جان سے مین گفتگو کرلون گا۔ تمھارے ہنر نہ حاصل کرنے کا مجھے بھی افسوس ہے۔ لڑکیون کے لیے پہلی چیز ہے ہنر۔ تب تعلیم۔ مین ہفتہ کے روز گھر آتا ہون تو اطمینان سے گفتگو ہوگی۔

تمھارا چاہنے والا بھائی
محمد امین

غازی پور
۲۰ فروری ۱۹۱۲ء

(۱۸) ایک عزیز کو

عزیز۔ سراپا سعادت و تمیز بارک اللہ فیک

آج تمھارا خط ملا۔ تمھارے اس طفلانہ شکوے سے ایک خاص مزا آیا۔ بھولے صغیر یہ کوئی قیاس کی بات ہے کہ عبدالقیوم کی شادی رچاؤن اور تجھے نہ پوچھون؟ میرے خیال مین تو تم لڑکون کی شرکت اور مدد کے بغیر تو مجھ بڈھے سے شادی کا انجام

ہی غیر ممکن ہے ۔ شادی کو ہفتہ عشرہ رہ جاتا اور تم کو خبر نہ دی جاتی تب بھی گفت وشنید کی گنجایش تھی ۔ ابھی تو دو مہینے باقی ہین ۔ اور سو بات کی ایک بات تو یہ ہی کہ تم اُن خاص عزیزون مین ہو جن کو ہمارے زمانے مین باضابطہ نوید بھیجنا ہی غیریت کی دلیل سمجھا جاتا تھا ۔ مگر اب زمانہ اور ہی آداب اور ہین تہذیب اور ہی اور سب کا خلاصہ یہ سمجھ لو کہ دل ہی اور ہین ۔

بیٹا برا نہ ماننا مین خاص تیری ذات پر الزام نہین دیتا ۔ زمانہ کی رَو کون روک سکا ہی جو تو روکتا اور روکنا چاہتا تو حماقت تھی ۔ فلسفہ کا مسلمہ اصول ہی کہ زمانہ کا بھاؤ جدھر کے جائے چلے جاؤ ، ہاتھ پاؤن مارے ، رُخ بدلنا چاہا اور غرقِ آب ۔

یہ تو چچا بھتیجا کی شکوہ شکایتین ہوئین ۔ کام کی باتین سنو ۔ نوکری کا معاملہ ہی تم پر زیادہ دباؤ تو نہین ڈال سکتا مگر ہان ایک مہینہ کی فرصت ضرور لینا یعنی مارچ مین تم چلے آؤ ۔ علیحدہ لفافہ مین بطلغ چار روپے کے نوٹ بذریعہ بیمہ جسٹری ارسال ہین اور فہرست اشیا بھی اسی مین ملفوف ہی ۔ وہ سب چیزین اپنے پسند اور مذاق کے مطابق خرید کر کے ساتھ لیتے آنا ۔

تمھاری چچی بھی تمھارے خط پر بہت ہنسین ۔ تمھین دعائین دیتی ہین ۔

حُسنے آداب کہتی ہے۔ عبدالقیوم علیحدہ خط لکھ رہے ہین۔

داعی بالخیر
عبدالحکیم

(۹) دوستون مین

ڈیانوان (پٹنہ)
۱۲ر مارچ ۱۹۱۲ء

ڈیر قاضی السَّلام علیکم

متحان تمام ہونے پر بھی مجنون صفت کلکتہ ہی کی خاک چھاننا کچھ تمھارا ہی
ام ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی وحشت ہے۔ گھر والے رات دن چشم براہ۔ عورتون کو
ح طرح کے اوہام۔ مین تو تمھاری ان حرکتون سے اچھی طرح واقف ہون اس لیے
ن لوگون کو یہ کہہ کہہ کر مطمئن کرتا رہا کہ میرے پاس خطوط آتے ہین۔ فلان فلان
وانع سے آنے مین تاخیر ہو رہی ہے۔

بہر کیف اب تو خدا کے واسطے جلدی چلے آؤ مجھ کو جھوٹا نہ بناؤ۔ ورنہ مین
خود آکر تمھین ساتھ لاؤن گا۔

آنا تو ٹوسٹی کا ناول انسرکشن Insurrection لیتے آنا۔
سکول بک سوسائٹی مین مل جائے گی۔ وہان نہین تو تھیکر اسپنکس کے ہان ضرور
ور ایلا ویلر ولکوکس کی نظم پوئمس آف پلیزر Poems of pleasure بھی سوسائٹی مین

ملے تو لیتے آنا۔ ان کتابوں کو دیکھ کر تم بھی بہت محظوظ ہوگے۔

تم سے کہنا سننا تو بہت کچھ تھا جن کی گنجایش اس مختصر اور جرنیلی خط مین نہین جرنیلی سے یہ مطلب ہی کہ اسے جنرل کا حکمنامہ ہی سمجھو جس مین چون و چرا کو دخل نہین اور شام کی ڈاک سے پہونچ جاؤ۔ ورنہ مارشل لا کو یاد رکھو۔

رنجِ کشِ انتظار

محمد سلیمان

ایضاً

چوہٹہ۔ بانکی پور

۲۰ر مارچ ۱۹۱۲ء

علیم افسوس تم نہ ہوئے۔ اب کے سال کا سالانہ ٹور کیا ہی پرلطف رہا! پچاس طلبہ کا غول تھا۔ تم جانتے ہو کہ جہان چار اسکولی لونڈے جمع ہوئے پھر وہ جماعت فرعونی رجیمنٹ سے کم نہین۔ نہ بدتمیزیون اور راہ چلتون کی ایذا رسانیون کی حد نہ شور و شرات کی انتہا۔ مگر ہماری جماعت پر یہ گمان نہ کرنا۔ نہایت انسانیت اور اطمینان کے ساتھ راستہ قطع ہوا۔ یہ کچھ اس لیے نہین کہ ماسٹر صاحب کا رعب اور ہیبت دلون پر چھایا ہوا ہو۔ وہ تو اس بے تکلفی

اور آزادی سے ہم لوگون کے ساتھ پیش آتے ہین جن کی نظیر نہین مل سکتی.
تاش اُن کے ساتھ کھیلے - فوٹ بال اور کبڈّی اُن کے ساتھ مگر اُن کی
عظمت ہمارے دلون مین جو ہی وہ ہی - ہمارے اسکول کے طلبہ کے چال چلن ہین یہ کیفیت
جسے ہم سکوئی کیفیت کہہ سکتے ہین طبیعت ثانی ہوگئی ہی. جو رعب اور
ہیبت کے اثر سے بے نیاز ہے -

اس تقریر سے ہمین اُس سین کا نقشہ کھینچنا مقصود تھا کہ خلاف معمول
ہمارا سفر کس چین اور اطمینان سے قطع ہوا ہوگا -

پہلے اسٹیمر سے مونگیر کی طرف روانہ ہوے - گنگا کی وہ نزہت افزا ہوائین
دونون کنارون پر دور سے سبزہ کا نظّارہ - سبک رفتار کشتیون کی آمد
و رفت - پانی کی سمت اور خاموش روانی - ان قدرتی دلچسپیون کے
ساتھ ہم عمر اور ہم مذاق دوستون کی صحبت جسے بطور خود ایک نعمت عظمیٰ
سمجھنا چاہیئے! بے ساختہ میری زبان پر داغ کا یہ شعر جاری ہوگیا ؎

دنیا بھی اک بہشت ہی اللہ رے کرم + کن نعمتون کو حکم دیا ہے جواز کا!

اِن تمام دلچسپیون پر ماسٹر صاحب کی ظریفانہ باتین دلچسپ اور سبق آموز
نقلین - محویت کا یہ عالم تھا کہ اُن کے ناطقہ سے ہمارے سامعہ تک ایک سلسلہ

بندھ گیا تھا۔ تقریر ایک مے خوشگوار تھی۔ جس کے جام پر جام لنڈھانے پر بھی ہمارے کان کسی طرح سیراب نہ ہوتے تھے۔ ہنسی کھیل مین فلاسفر بنا دینا انھین کا کام ہے۔

جی تو چاہتا تھا کہ ذرا تفصیل سے بیان کرتا۔ مگر خوف ہے کہ کہین طولِ کلام تمھین بدحظ نہ کر دے۔ قصہ مختصر ہم مونگیر پہونچے۔ وہان سے جمال پور۔ آئرن ورک شاپ دیکھا۔ سیتا کنڈ کی زیارت کی۔ ایک شب مونگیر مین بسر کی دوسرا روز پھر مٹر گشت مین۔ شام کی اسٹیمر سے بانکی پور کی طرف روانہ ہوا رات کی چاندنی نے سیر دریا کے لطف کو کئی گونہ زیادہ کر دیا۔ پانی ساکن تھا چاند تارون کا عکس اُس پر اس قدر صاف نمایان تھا کہ نیچے بھی ایک آسمان نظر آتا تھا۔ گویا ہمارا اسٹیمر آسمان پر بہہ رہا تھا۔ ملکۂ بلقیس نے حضرت سلیمن کے بلوری فرش پر پانی کی لہرون کا دھوکا کھا کر جو پائنچے اُٹھا لیے تھے۔ اس موقع پر یاد آ کر عجب مزہ دے گیا۔

قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ ۵

تمھارا اکرم

۵۲

جواب

مظفر پور
۱۳؍ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء

پیارے اکرم   جزاک اللہ خیراً۔

تمھارے دلچسپ خط نے ایسے وقت مین ضیافت طبع کی جب مین تنہا اپنے کمرے مین بیٹھا گھبرا رہا تھا۔ دل مین کچھ ایسی وحشت تھی کہ مین بیان نہین کر سکتا۔ کچھ سمجھ مین نہ آتا تھا کہ کیا کرون۔ کہان جاؤن۔ ایسی حالت مین تم سے نصف ملاقات کیا نصیب ہوئی نعمت غیر مترقبہ پائی۔

بیان کی دلاویزی کا تو کیا کہنا ہے مگر جو بات مجھ کو سب سے زیادہ مزا دے گئی وہ یہ ہے کہ اس خط سے تمھارا نیچر صاف ٹپک پڑا۔ تم نے مونگیر اور جمال پور تک کے سفر کا حال بیان کیا۔ قدرتی مناظر کی تو یہ پر از تخیل تفصیل اور جمالپور کے آئرن ورک شاپ کا مطلقاً بیان نہین۔ تمام دن مونگیر کی سیر ہوئی مگر ایک تفصیل نہین۔ حق یہ ہے کہ تم فطرتی شاعر ہو اور تمھاری ہر ادا مین شاعرانہ رنگ جھلک ہی پڑتا ہے۔ یہ خط بھی کہنے کو تو نثر ہے مگر اس مین، بعض تخیلات تو ایسے نادر اور لطیف ہین کہ جن کا مزا بھولنے کا نہین۔ شاید کسی سحر بیان تصریح کی محویت کو کسی شاعر نے اس خوبی سے نہ دکھایا ہو گا جیسے تم نے

ظالم نے کیا عبارت لکھی ہے۔

"محویت کا یہ عالم تھا کہ اُنکی ناطقہ سے ہمائے سامعہ تک ایک سلسلہ بندھ گیا تھا۔ تقریر ایک مے خوشگوار تھی جس کے جام پر جام لُنڈھانے پر بھی لب گوش کسی طرح سیراب نہ ہوتے تھے"

اسی طرح آسمان پر سٹیمر کی روانی اور ملکہ بلقیس والا لطیفہ۔

اپریل کے دوسرے ہفتہ تک ان شاء اللہ مین پہونچتا ہون۔

تمھارا مشتاق
علیم الدین

(۱۰) بیوی کا خط میاں کے نام

میرے سرتاج

تمھین کچھ فکر بھی ہے؟ آنکھون مین خاک۔ لڑکی جوان ہونے کو آئی اور تم نے آج تک اُس کے نام کی کوڑی نہین نکالی۔ مجھے رات دن یہی اُدھیڑبُن رہتی ہے کہ الٰہی! بھلی جو اس کی کہین سے بات آئے اور بیاہ ٹھہر جائے تو وقت کے وقت پر کیا کرون گی! برابر کی بیٹی کو بیٹھا بھی نہین سکتی۔ اور بیٹھاؤن تو کہان تک، آخر کوئی تو حد چاہیے۔ جہان دو کپڑے اپنے واسطے بنائے وہان ایک جوڑا اُس کے واسطے بھی بناتی گئی۔ کبھی چار برتن ہی خرید کر ڈالے دیے

کبھی کوئی زیور ہی گڑھوا دیا۔ غرض تھوڑا ہی تھوڑا کر کے لنک ہوتا ہے اور وقت پر چیزیں مفت برابر پڑتی ہیں۔ تمھیں بھی اس کا سوچنا کرنا ضرور ہی۔ روز کا خرچ تو چلا بھی جلے گا۔ آگے پیچھے اس بات کا خیال رکھو اور بے کار نہ بیٹھو۔ (از انشائے ہادی النسا، مولفہ مولوی سید احمد دہلوی)

(۱۱) میاں کا خط بیوی کے نام

بیگم

تمھارا خط آیا۔ سچی سچی باتوں کا پورا پورا اثر پایا۔ ان باتوں کا سلیقہ عورتوں ہی کو خوب ہوتا ہی۔ اور اب بھی میں جانتا ہوں تم نے کچھ نہ کچھ ضرور لگا رکھا ہو گا۔ تمھارا سگھڑاپا ایسا نہیں ہی کہ اس بات سے خالی ہو۔ تم اپنی گرہ میں رکھ رکھ کر مجھ کو آزماتی ہو، میں تمھیں آزماتا ہوں۔ اچھا مجھ سے کیا مانگتی ہو مانگ لو۔ میں بھی ان باتوں میں عورتوں سے کم نہیں ہوں۔ اول دن سے اُس کے نام کا روپیہ مہاجن کے ہاں۔ جمع کرتا جاتا ہوں۔ آج تک بارہ سو کی ڈھیری ہو چکی ہے۔ اگلے چاند میں اُس کی ہنڈوی بھیج دوں گا جو کچھ چاہنا سو بنانا۔ آل رکھنا۔ لو تمھارا اللہ حافظ۔

(از انشائے ہادی النسا، مولفہ مولوی سید احمد دہلوی)

رقعات دعوت و نوید

نہایت ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ آج چھ بجے شام کو تشریف لاکر ٹی پارٹی کی شرکت سے مجھے سرفراز فرمائیں۔

چوہٹہ ۱۳ اگست ۱۹۱۲ء

آپ کا خادم
محمد عثمان

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

آپ کا خادم سید محمد ہاشم نہایت ادب کے ساتھ مکلف خدمت ہے کہ ۲۵ مارچ کو بعد مغرب غریبخانہ پر تشریف لاکر جلسۂ دعوت کی شرکت سے جو نورچشم عزیزی سید محمد محتشم مدعمرہ کی تقریبِ مکتب میں قرار دیا گیا ہو بندہ کو اعزاز بخشیں۔

مونگیر
۸ر اگست ۱۹۱۳ء

مخدوم و مکرم بندہ زید مجدکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ

غالباً آپ یہ خبر سن کر نہایت محظوظ ہوں گے کہ ستمبر کی ۲۵ر تاریخ کو میرے برادر عزیز مولوی عبدالغفور سلمہ کی براتِ شادی آٹھ بجے دن کو غریبخانہ سے بسبیل اسٹیمر روانہ ہو کر ساڑھے چار بجے دن کو بمقام باڑھ میر جنت حسین صاحب کے دولت خانہ پر پہونچے گی۔ ۲۶ر کو وہیں قیام رہے گا۔ ۲۷ر کی صبح کو بسبیل ریل مونگیر کو مراجعت ہوگی۔ ۲۸ر کو بعد مغرب دعوت ولیمہ ہوگی۔

آپ سے دست بستہ التماس ہے کہ اپنی شرکت سے بزم شادی کو رونق اور مجھے عزت بخشیں۔

آپ کا خادم
کمترین عبدالشکور

مضمون نگاری

اصولِ مضمون نگاری

مضمون نگاری کے لیے سب سے پہلی اور اہم ہدایت یہ ہی کہ قلم اُٹھانے سے پہلے تھوڑی دیر تک مضمون پر غور کر لو۔ پھر اُس مضمون کے متعلق جو جستہ جستہ خیالات ذہن مین آئین اُن کو نمبروار لکھ ڈالو۔ اس کے بعد غور کرو کہ ان مین سے کون سی بات اول مین لکھنے کی ہی۔ کون سی درمیان مین اور کون سی بات آخر مین درج کرنا مناسب ہی۔ اسی لحاظ سے اپنے خیالات کو ترتیب دو۔ جب ڈھانچہ کھڑا ہو گیا تو اس پر گوشت بھر لینا بہت آسان کام ہے۔ اس طریقہ کی پابندی سے تم مضمون مین فضول اور مہمل بکواس سے محفوظ رہو گے اور اصل مدعا سے بھٹکنے نہ پاؤ گے۔

مثلاً فرض کرو کہ تم کو چیتا پر مضمون لکھنا ہی۔ اب خیالات کو ترتیب دے کر یون جمع کرو:-

نمبر۱ خونخوار درندہ ہی۔ گرم ملکون کا باشندہ ہے۔

نمبر۲ خوبصورت ہوتا ہی۔ جسم متناسب ہوتا ہی۔ اور سیاہ دھاریان پڑی ہوتی ہین۔

۳ گاؤن کے مویشی لے بھاگتا ہی۔ چھپ کر حملہ آور ہوتا ہی۔ تیر سکتا ہی
مادہ زیادہ غصور ہوتی ہی۔

۴ جال مین بکری یا بھیڑ باندھ کر پھانستے ہین۔ امراء شکار کرتے ہین
ہز میجسٹی نے پچھلے دنون شکار کیا۔

۵ سرکس مین ان کا تماشا دکھایا جاتا ہی۔ کھال جانماز۔ پائدان اور
ارائش کے کام آتی ہی

ڈھانچہ کھڑا ہوگیا اب ان مطالب کو پھیلا کر مضمون تیار کرلو۔

چیتا

نوع اور وطن | چیتا ایک نہایت خونخوار جانور ہی۔ جو ایشیا کے گرم حصون خصوصًا
ہندستان اور اس کے متصل جزائر مین زیادہ پایا جاتا ہی سب سے
بڑے چیتے سندربن کے جنگلون مین پائے جاتے ہین۔

حلیہ | قد موزون۔ جسم متناسب۔ بال چکنے اور چمکدار۔ چمڑا گندم گون
جس پر سیاہ متوازی دھاریان پڑی ہوتی ہین۔ غرض یہ کہ دیکھنے مین نہایت
خوبصورت معلوم ہوتے ہین۔ سر بلی کے سر کی طرح گول ہوتا ہی۔ دم لمبی
اور پنجے نہایت قوی اور تیز ہوتے ہین۔ سندربن کے چیتے بعض اوقات

۱۲ فیٹ سے لیکر سولہ فیٹ لمبے دیکھے گئے ہین۔ ان کی قوت کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلم بھینس پیٹھ پر لاد کر آسانی سے لے بھاگتے ہین۔

عادات | تمام درندون مین یہ سب سے زیادہ خونخوار اور موذی ہوتے ہین۔ راتون کو درون اور کھوہون سے نکل کر قریب کے دیہات کے آس پاس منڈلاتے رہتے ہین اور مویشی کو پکڑ لے جاتے ہین۔ یہ شیر ببر کی طرح کھلے بند سامنے سے اپنے شکار پر حملہ آور نہین ہوتے بلکہ اُس کی نظر سے چھپ کر یکایک ایک ہیبت ناک گرج کے ساتھ آدباتے ہین اور خون چوس کر چیر پھاڑ دیتے ہین۔ یہ تیر بھی سکتے ہین۔ اکثر کشتی یا بجرے پر تیر کر پہونچ جاتے ہین اور مسافرون کو پھاڑ کھاتے ہین۔ مادہ اور زیادہ غضور ہوتی ہے خصوصًا جب بچے دیتی ہے۔ یہ ایک جھول مین چار پانچ بچے جنتی ہے۔

پھانسنے اور شکار کرنے کی صورت | یہ جال مین جس مین بکری یا بھیڑ بندھی ہوتی ہے پھنس لئے جاتے ہین۔ ان کا شکار ایک مردانہ وار تفریح سمجھی جاتی ہے اور ہندوستان کے شاہزادون مین اس کا رواج زمانہ قدیم سے آج تک فیشن کے طور پر جاری ہے۔ چنانچہ پچھلے دربار دہلی منعقدہ جنوری ۱۹۱۲ء مین ہمارے شہنشاہ ہز میجسٹی جارج پنجم نے نیپال کی ترائیون مین چیتون کا شکار

نہایت بہادری سے کیا۔

مصرف باوجود ان کی ساری قوت بہادری اور خونخواری کے انسان اپنی عقل کی قوت سے انھین سدھا کر محکوم بنالے سکتا ہی۔ اور یہ سرکسون مین مجبور اور ناچار اپنا تماشا دکھاتے ہین اور دم نہین مار سکتے۔ ان کی کھال جانماز۔ پائدان۔ اور آرائشون مین کام آتی ہی۔ زبان اور ناخن کی دوا بنتی ہی۔ مگر ان کی مونچھین انتہا درجہ کی زہریلی بتائی جاتی ہین اور ہاتھ آتے ہی فوراً برباد کردی جاتی ہین۔

تقسیمِ مضامین

ایک تجربہ کار اور کہنہ مشق اہلِ قلم کے لیے جو لٹریچر کا فطری ذوق اور ادبیت سے پوری دلچسپی رکھتا ہو کسی قاعدہ قانون کی پابندی کی ضرورت نہیں اُس کا ہر طرز پسندیدہ اور ہر ادا دلاویز ہوتی ہے۔ وہ جس عنوان اور جس پہلو سے چاہتا ہے اپنا مدعا حاصل کر لیتا ہے اور خوبصورتی سے حاصل کرتا ہو۔ مگر ایک نومشق طالب علم کی آسانی کے لیے ذیل میں مضامین کی مختلف تقسیمیں اور مقررہ اصول درج کر دیے جاتے ہیں ان کی پابندی کم از کم امتحانوں میں کامیاب ہونے کی غرض سے لابدی ہو۔

مضامین کی چار تقسیمیں ہو سکتی ہیں

(۱) **تخیلیہ**۔ مضامین وہ ہیں جن میں کسی خیالی اور غیر مادّی شے پر خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں جیسے اچھے یا بُرے عادات۔ صفات۔ جذبات یا بعض معاشرتی اور تمدنی معاملات۔

(۲) **نقلیہ** مضامین وہ ہیں جن میں تاریخی واقعات۔ جھوٹی یا سچی حکایتیں اور افسانے یا کسی مشہور شخص کی سوانح عمری بیان کی جاتی ہو

(۳) **توضیحیہ** مضامین وہ ہین جن مین کسی شے یا جگہ کی توضیح یا تشریح کی جاتی ہے۔ اب یہ حیوانات نباتات جمادات سے ہو۔ ملک، شہر جزیرے، پہاڑ اور قدرتی مناظر ہون، یا عمارتین اور دیگر انسانی مصنوعات۔

(۴) **مبیّنہ**۔ مضامین وہ ہین جن مین (۱) یا تو نقلیہ اور توضیحیہ کا خلط ہو جیسے ریل یا اسٹیمر کے سفر کا بیان (۲) توضیحیہ اور تخیلیہ کا خلط ہو جیسے تھیٹر پر کوئی مضمون ایسا لکھا جائے جس مین تھیٹر کی تشریح اور اظہار خیالات ہون۔ (۳) یا تخیلیہ اور نقلیہ کا خلط ہو جیسے موسیٰ ندی کی طغیانی۔ اور حیدرآباد کی تباہی پر اظہار خیالات۔ (۴) ایجادات اختراعات۔ اور تحقیقات علمیہ پر بحث ہو۔

تخیلیہ مضامین

تخیلیہ مضامین کا منشا یہ ہے کہ کسی مسئلہ پر مضمون نگار اپنی رائے ظاہر کرے۔ جسے دلیلوں اور مثالوں سے قوت پہونچائی گئی ہو۔ اگر مسئلہ متنازع فیہ ہو تو اعتراضات کو بیان کرکے اُن کی تردید کردینا چاہیے

اس قسم کے مضامین کا عام ڈھانچہ اس طرح کھڑا کیا جا سکتا ہے جسے اچھی طرح مستحضر رکھو اور عام طور پر اپنے تخیلیہ مضمون کو اسی ڈھانچہ پر یا اس کے قریب قریب ڈھال لیا کرو۔

۱۔ مسئلہ کی تعریف یا تشریح۔

۲۔ عادات صفات یا جذبات جو کچھ ہوں ان کا فعل۔ نشوونما۔ مثالیں

۳۔ فائدے یا نقصانات۔

۴۔ اثر

۵۔ نتیجہ یا حاصل مضمون۔

(۱) دوستی

(۱) یہ ایک فطری جذبہ ہے۔

(۲) دو شخصوں کے اشتراک مذاق یا عادت سے پیدا ہوتی ہے۔

دوست کی آزمایش آڑے وقتوں مین ہوتی ہی۔ جب کہ خالص دوست کام آتے ہین۔ جھوٹے بھاگ جاتے ہین۔

(۳) دوستی خوشی کو زیادہ کرتی ہی اور غم کو غلط کرتی ہے۔

(۴) غیر معتدل بے تکلفی۔ اہم معاملات مین اختلاف رائے۔ لین دین سے دوستی کو نقصان پہونچتا ہی۔

(۵) دوست نہایت غور فکر اور تجربہ کے بعد منتخب کرنا چاہیے۔

دوستی ایک جذبہ کا نام ہی جو نہایت شریفانہ اور قدرتی ہوا کرتا ہی انسان چونکہ فطرۃً مدنی الطبع واقع ہوا ہی اُس کا دل ہمجنس کو ڈھونڈھتا ہی۔ آخر حضرت آدمؑ کا دل باوجود تمام نعمتون کے بہشت مین ایک ہمجنس کے بغیر بہل سکا اور خدا نے اسی لیے بی بی حوا کو پیدا کیا۔ یہ ایک بیّن دلیل ہی اس جذبہ کے فطری ہونے کی۔ چنانچہ لارڈ بیکن کا قول ہی کہ جو شخص تنہا اور بے یار ہوتا ہی وہ یا تو فرشتہ ہی یا جانور۔

دوستی دو شخصون کے مذاق، عادت یا فطرت کے اشتراک سے پیدا ہوتی اور نشو و نما پاتی ہی۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہی کہ کوئی شخص

کسی شخص کے کسی اخلاقی سلوک سے متاثر ہو کر یا کسی اتفاقی وجہ سے دوست بن جاتا ہے لیکن اگر ان کے آپس میں مذاق، عادت یا فطرت کی ہمرنگی نہیں تو ان کا نشو و نما کسی طرح نہیں ہوتا۔ اور ان کے تعلقات کی جو کیفیت اور حد ہوتی ہے اس لحاظ سے اُسے دوستی نہیں کہہ سکتے۔

کم عمری میں یہ جذبہ زیادہ زور پر ہوتا ہے۔ اکثر نوجوان سچی اور جھوٹی دوستی میں امتیاز کیئے بغیر دوست بن جاتے ہیں اور بنا لیتے ہیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ سچی دوستی کا صحیح معیار خود غرضی کا فقدان ہے۔ سچی دوستی کی بنا نیکی پر ہوتی ہے۔ جن کے اخلاق درست نہیں ہیں اُن میں دوستی دیرپا نہیں ہو سکتی۔ ایک سچا دوست تمھاری لغزشوں کے لیے تمھیں مُنہ پر ٹوک دے گا اور حتی الوسع تمھیں راہ راست سے بھٹکنے نہ دے گا وہ تمھاری برائیوں کو لوگوں سے کہتا نہیں پھرے گا۔ وہ تمھارے خوش کرنے کو تمھاری خوشامد ستایش، یا کوئی اور ذلیل حرکت نہیں کرنے کا۔ مگر افسوس دنیا میں زیادہ دوست ایسے ہی ہوتے ہیں جو مالی منفعت کی امید پر اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے ہمیں رام کر لیتے ہیں۔ خوشامد کر کر کے پھُلا دیتے ہیں ہمارے عیوب کبھی ہم سے بیان نہیں کرتے۔ ہاں یہ بخوبی ممکن ہے کہ دوسروں

پر ایک کاوس اور رائی کا پربت بنا کر ظاہر کریں۔ جب تک ہم سے منقطع ہوتے رہیں گے جانی دوست بنے رہیں گے۔ بے وقت میں یوں پیچھا چھوڑا کر بھاگیں گے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ خدا ان دوست نما دشمنوں سے بچائے۔ انسان اکثر اوقات عقل کے فریب میں آکر یا قوت فیصلہ کی کمی کے باعث غلط راے یا حسرت انجام رستہ اختیار کر لیتا ہے۔ ایک خالص دوست اُسے قائل معقول کر کے سمجھا دبا کر یا لڑ جھگڑ کر جس طرح ہو سکے گا اُس راہ سے باز رکھے گا۔ وہ ایسے نازک وقت میں اپنی دوستی کے قائم رہنے در رہنے یا دوست کی رنجش اور خوشی کی پروا نہیں کرنے کا۔ اُس کی کوشش صرف یہ ہوگی کہ جس طرح ہو تم کو تباہی کے رستہ سے پھیر لائے۔

عام طور پر انسانی زندگی حوادث اور آلام پر ہوتی۔ ترقی تمدن کا مقصد ابتدا سے آج تک یہی رہا ہے کہ زندگی کی تلخیوں کو دفع کر کے اسے جہاں تک ممکن ہو خوشگوار بنایا جائے۔ اسی مقصد کو ایک سچا دوست نہایت خوبی سے پورا کرتا ہے۔ وہ تمہارے گاڑھے وقتوں میں تمہارا شریک درد ہو کر تمہارے دل کو تسلی بخشتا ہے تمہاری مسرت کی گھڑیوں میں تمہاری خوشی سے حصہ لے کر اُسے زیادہ کرتا ہے۔ ایک مخلص دوست کا وجود مرتے دم بھی اطمینان قلب کا باعث

ہوتا ہے۔ جب مرنے والا یہ دیکھتا ہے کہ میں روے زمین پر ایک ایسا دوست چھوڑتا جاتا ہوں جو میری موت پر آنسو بہاے گا اور میری قبر پر دو پھول چڑھا کر مجھے یاد کیا کرے گا۔ یوں سچے دوست کا خیال تک موت کی تلخی کو دفع کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔

اعتدال سے زیادہ خلا ملا، حد سے زیادہ بے تکلفی جو اعتدال کے دائرہ سے باہر ہو یا مالی استمداد جو برداشت سے زیادہ ہو یہ سب دوستی کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر صلعم کی نصیحت ہے زر غباً تزدد حبًّا ناغہ کر کرکے ملا کرو اس سے تمھاری محبت زیادہ ہوگی۔ ایک اور عربی مثل ہے القرض مقراض المحبۃ۔ قرض محبت کے لیے قینچی ہے۔ دوستی کو رقابت مقابلہ اور کسی امر عظیم میں اختلاف راے سے بھی صدمہ پہونچتا ہے۔ دوستی میں ان باتوں کا لحاظ رکھنا فرض ہے ؎

خیالِ خاطرِ احباب چاہیے ہر دم   انیسؔ ٹھیس نہ لگ جاے آبگینوں کو

کسی کو دوست بنانے یا اُس کو اپنے راز سونپنے سے قبل اُسکے عادات اطوار اور اُس کی فطرت کا نہایت غور سے مطالعہ کر لینا چاہیے۔ ظاہری خوش مزاجی یا شگفتہ طبعی پہ دھوکا کھانا نہ چاہیے۔ ورنہ اگر اُس کی فطرت

بُری ٹھہری اور کبھی تمہارا دشمن ہو گیا تو یہ کوئی معمولی دشمن نہ ہو گا بلکہ انتہا کا خطرناک۔ تمھین سخت مصیبتون مین مبتلا کرنے پر قادر ہو گا۔ مگر کسی کی فطرت کا پتا لگانا سہل نہین۔ اس کے لیے باریک بین نگاہ اور کافی مدت درکار ہے۔ پس دوست کے انتخاب مین کسی طرح جلدی کرنا مناسب نہین۔

(۲) ہمّتِ مردان مددِ خدا

(۱) ہمت اوجِ مراد کا زینہ اور تمام اعلیٰ صفاتِ انسانی کا سرچشمہ ہے (تمہید)

(۲) کامیابی کی شرط یہ ہے کہ خواہش سچی اور اصلی ہو نہ کمزور ناجائز یا محال۔

(۳) تقدیر کا بہانہ لغو ہے۔ یہ کوشش اور ہمت مین مانع نہین آتی بلکہ سچی خواہش کی تکمیل مین مُویہ ہوتی ہے۔

(۴) سچی خواہش اور کامیابی کی تیقن۔ راہین۔

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد ✻ اگر خارے بود گلدستہ گردد

کسی کام مین کامیابی حاصل کرنے کے لیے ذہانت کی اُتنی ضرورت نہین جتنی استقلال سے برابر محنت کرنے کی۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ہمت اور دلیری انسان کی تمام قوتون کا سرچشمہ ہے جو اور قوتون کو متحرک کرتی ہے

اور ہر کوشش مین جان ڈالتی ہو۔ سچی امید کی بنیاد اسی پر ہو اور امید ہی سے یہ تلخ زندگی شیرین ہوتی ہو۔ کسی بڑے شخص کا قول ہو "حیف ہو اُن پر جن کا دل پست ہو۔ جب مین غربا مین سے کسی کو دیکھتا ہون کہ صبر سے مصیبت کا مقابلہ کر رہا ہو۔ ایمان داری سے بے ایمانی پر فتح حاصل کر رہا ہو۔ اُس کے اعضا چور چور ہین۔ تلوون سے لہو ٹپک رہا ہو مگر ہمت کے سہارے پر آگے بڑھا چلا جاتا ہو۔ قدم نہین روکتا۔ تیور پر بل نہین لاتا۔ اپنی تکلیفون کو خطر مین نہین لاتا۔ مڑکر بھی پیچھے نہین دیکھتا۔ اپنی ہی دُھن مین مستغرق ہے، اُس وقت مین نہین کہہ سکتا کہ مجھے کتنی خوشی ہوتی ہو۔ کہہ اُٹھتا ہون آفرین بادبرین ہمّتِ مردانۂ تو"

مگر کامیابی کی شرط یہ ہو کہ جو کام ہم کرنا چاہتے ہون اُس کے انجام کا واقعی ارادہ اور پوری خواہش رکھتے ہون۔ مسٹر سوادو جب کسی کو ناکام ہوتا دیکھتے تو کہتے کہ "تمھاری خواہش ہی ادھوری تھی۔ جو شخص اپنے مقصد کے حاصل کرنے مین پس وپیش کرتا ہو اُس کو اُسی وقت سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ضرور ناکام ہوگا۔ صرف ارمانون تمناؤن آرزوؤن اور حسرتون کا ہجوم اور دل مین اِن کی پرورش کوئی مفید نتیجہ پیدا نہین کر سکتی۔ بلکہ اس قسم کے

خیالات جوانون کے دل مین ایک طرح کی بیماری پیدا کرتے ہین جن کی بدولت یہ اپنی اوقات عزیز کو صرف خیالی پلاؤ پکانے اور لایعنی منصوبے گانٹھنے مین ضائع کرتے ہین۔

پوری خواہش کے معنی یہ ہین کہ جسوقت کسی مقصد کے پورا کرنے پر آمادہ ہوئے اُسی وقت یہ بھی سمجھ رکھا کہ بس اب موت ہی یا فتح ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید یا تن رسد بجانان یا جان زتن برآید

یہی ایک ایسی قوت ہر انسان مین دی گئی ہی جو دنیا مین ہر قسم کے مشکل سے مشکل کام کے کرگزرنے کی قابلیت بخشتی ہی اور جس کے بغیر یہ دوپاؤن کا جانور کیسا ہی ذہین اور کیسی ہی عمدہ حالت مین کیون نہ ہو ہرگز انسان بن نہین سکتا۔

اکثر لوگ تقدیر کو کامیابی کا سدّ راہ سمجھ کر ہمّت کھو بیٹھتے ہین حالانکہ ہر شخص تجربہ سے صاف دیکھتا ہی کہ وہ بھلائی یا بُرائی مین سے جو چاہے اختیار کر لینے مین پورا مختار ہے۔ وہ تنکے کی طرح دریا مین بہتا ہوا چلا نہین جاتا بلکہ وہ اپنے کو تیراک پاتا ہی اور خوب سمجھتا ہی کہ مین موجون سے لڑ کر کنارے تک پہونچ سکتا ہون۔ ہم کسی طرح اپنے کو پابزنجیر نہین پاتے۔ اگر ہم لوگ

خدانخواستہ اس کا برعکس سمجھ لین تو ہمارے کامل ہونے اور صعود کرنے کی کل خواہشین خاک مین مل جائین ۔

زندگی اور زندگی کے تمام کارخانے، عام ازین کہ وہ قومی اور ملکی ہون یا خانگی اور تمدنی ۔ دنیاوی ہون یا دینی ۔ سب اسی امید اور اعتقاد پر مبنی ہین کہ "ہم (انسان) آزاد ہین اور سب کچھ کرسکتے ہین" ورنہ کیسی جواب ہی کس کا جرم اور کہان کا الزام؟ اگر انسان کو یہ یقین نہ ہو کہ وہ اپنی پوری آزادی سے بھلے اور بُرے دونون قسم کے کام کرسکتا ہی اور دونون طرف اُس کی رغبت ممکن ہے تو پھر اس سیکھنے سکھانے، نصیحت کرنے وعظ کہنے جھڑکنے ۔ اور غلطیون کی اصلاح سے کیا فائدہ، اور قانون سے کیا نفع ۔

خدا بھی اُنھین کی مدد کرتا ہی جو اپنی مدد آپ کرتے ہین نہ اُن اپاہجون کی جو ہاتھ پاؤن توڑے یہ امید لگائے بیٹھے ہون کہ فلان کھنڈر سے خزانہ ہاتھ آئے گا یا روز سرہانے سے اشرفیون کی تھیلی برآمد ہوگی ۔ اگر غیبی تائید کوئی شے ہے تو ارباب ہمت ہی کے لیے جن کی سعی خدا مشکور کرتا ہی اور جن کے آگے کامیابی کے سامان ڈال دیتا ہی ۔

انگریزی کی ضرب المثل ہی ۔ جہان عزم بالجزم ہوتا ہی وہان اس کی تکمیل

کی کوئی نہ کوئی راہ بھی نکل آتی ہے۔ اور سچ مچ اپنے کو کسی کام کے لائق سمجھنا ہی اُس کام کے لایق بن جانا ہے حقیقی خواہش یا ہمت وہ قوت ہے جس کے ذریعہ سے انسان جو چاہے بن سکتا ہے اور جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ انگلستان کی مشہور نقل ہے کہ کوئی بڑھی ایک کرسی میجسٹریٹ کے اجلاس کے قابل بہت ہی لگا کر بنا رہا تھا۔ لوگون نے اُس سے پوچھا کہ بھائی تو اس مین اتنی محنت کیون کر رہا ہے اُس نے جواب دیا کہ میان جب مین میجسٹریٹ ہونگا تو اس پر آرام سے بیٹھ کر اجلاس کرون گا۔ کیا حیرت ہے کہ یہ بڑھی آخر میجسٹریٹ ہوا اور اُسی کرسی پر بیٹھا۔!

نپولین اکثر کہا کرتا تھا کہ **غیر ممکن** کے لفظ کو لغت سے نکال دینا چاہیے ایسے الفاظ بیوقوفون کے لغت مین پائے جاتے ہین۔ **مین نہین جانتا مین نہین کر سکتا۔ یہ غیر ممکن ہے۔** اس قسم کے جملون سے اُس کو سخت عداوت تھی۔ وہ اکثر کہا کرتا کہ سیکھو، کرو، کوشش کرو۔ ایک بار کسی مہم مین کوہ ایلپس اُس کی فوج کو راہ مین حائل ملا۔ لوگون نے نپولین کو خبر دی کہ ایلپس حائل ہے۔ لشکر آگے نہین بڑھ سکتا۔ اُس نے جواب دیا کہ ایلپس حائل نہین رہنے کا۔ چنانچہ اُس کے وار پار راہ بنائی گئی۔ اور

جو بات پہلے بالکل غیر ممکن نظر آتی تھی اس نے ممکن کر دکھائی۔ اس نے کمر ہمت باندھی تو خدا نے بھی مدد کی۔ یہ ہیں ہمت محنت اور استقلال کے کرشمے جن کی طرف شاعر نے اشارہ کیا ہے ؎

اگر خارے بود گلدستہ گردد

(مقتبس از تحریک ترجمہ اسمائلس صاحب)

(۳) کفایت شعاری

(۱) تعریف۔ اسراف سے احتراز۔ اور پس اندازی۔

(۲) کفایت شعاری کیونکر حاصل کی جا سکتی ہے۔

(ا) آمدنی سے خرچ کو بڑھنے نہ دینا۔

(ب) قرض نہ لینا۔

(ج) پس اندازی کا خیال رکھنا۔

(۳) آڑے وقتوں میں کفایت شعاری کام آتی ہے۔ تعیش اور لہو ولعب سے روکتی ہے۔ تہذیب کی معاون ہے۔

(۴) خلاصہ مضمون۔ کفایت شعاری کے پانچ اصول مستنبط۔

فارغ البالی کے زمانہ مین آئندہ کے واسطے سامان کرنا اور فضول خراجات سے بچنا کفایت شعاری ہے۔

اس عمدہ صفت کے حاصل کرنے کے لیے ضرور ہی کہ خرچ آمدنی سے زیادہ نہ ہو بلکہ کچھ نہ کچھ ہمیشہ پس انداز ہوتا ہی۔ اگر روزمرّہ کا حساب قلمبند کیا جائے تو خواہ مخواہ نظر پڑتی ہی کہ روپیہ کس کس طرح صرف ہوتا ہی اور ان مین ضروری اور غیر ضروری مدات کیا ہین۔ اور جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ آمدنی کیا ہی اور خرچ کیا، انسان ضرور فضول خرچی مین پڑ جاتا ہے۔

آمدنی مین سے کچھ کچھ بچانا اگرچہ قلیل مقدار ہی مین کیون نہ ہو ضرور چاہیے اس سے طبیعت کو اطمینان نصیب ہوتا ہی اور اگر آمدنی سے زیادہ ایک پائی بھی خرچ ہو جائے تو جان لو کہ رفتہ رفتہ بربادی آنے والی ہے۔

کیونکہ اس صورت مین ضرور قرض لینا پڑے گا جو بربادی کی جڑ ہے۔ اگر آمدنی کم ہے تو خرچ کو بھی کم کر دینا ضرور ہی۔ ظاہری شان و شوکت، عمدہ کھانے اور عمدہ لباس کی پروا نہ کرو۔ خدمتگارون کے بدلے خود اپنا کام کرنا گوارا کرو مگر قرض نہ لو۔ جو شخص قرض لیتا ہی وہ ہمیشہ رنجیدہ رہتا ہے۔ روکھی روٹی بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ قرض سے دسترخوان آراستہ

کیا جائے اور یہی حقیقت مین قناعت ہے ؎

بتمنائے گوشت مردن بہ ز تقاضائے رشتِ قصّابان

یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ اگر زیادہ رقم پس انداز نہین ہوسکتی تو تھوڑی رقم کیا بچائین۔ دانہ دانہ شود انبار۔ تھوڑا ہی تھوڑا جمع ہوکر معتدبہ رقم ہوجاتی ہی جو کسی خاص ضرورت کے وقت کچھ نہ کچھ کام آئے گی۔

جس شخص کو خدا نے معمولی عقل بھی دی ہی وہ سمجھ سکتا ہی کہ جو کچھ ہی روز کا روز صرف کردینا عاقبت اندیشی کے بالکل خلاف ہی۔ جس شخص کو معقول تنخواہ ملتی ہو یا معقول آمدنی رکھتا ہو وہ مرتے وقت کچھ نہ چھوڑے اور اس کی بیوی بچّے محتاج اور بے سہارا رہ جائین یا اُن کے سر پر مورث متوفی کے قرض کا بار پڑے تو سوا اس کے کیا سمجھا جا سکتا ہی کہ وہ ناعاقبت اندیش تھا۔ یا ایسا خودغرض تھا کہ اپنی خواہشون کے پورا کرنے کے آگے اس کو کسی بات کی پروا نہ تھی۔ ایسے لوگ اپنی آزادی ساہوکارون کے ہاتھ فروخت کر ڈالتے ہین اور خود نمایشی سامانون کے پیچھے محتاج ہوجاتے ہین۔

کفایت شعاری کے لیے کسی زیادہ لیاقت کی ضرورت نہین۔ صرف طبیعت پر تھوڑا قابو ہونا چاہیئے کہ انسان غیرضروری اخراجات صرف

دل بہلانے یا تھوڑی دیر کی واہ وا کی خاطر نہ کر بیٹھے۔ اور جب کفایت شعاری کی عادت پڑ جاتی ہی اور کچھ روپیہ جمع ہو جاتا ہے تو اس کے فوائد خود بخود نظر آنے لگتے ہین۔ حوادثات زمانہ اور واقعات غیر اختیاری کے وقت، مصیبت کی گھڑیون مین، سخت ضرورتون کے مقابلہ مین، اپنا پیسہ بے منت کام آتا ہی۔ اوروں کی سخاوت اور فیاضی کا منت کھنے کی ضرورت نہین ہوتی اول تو کوئی اس قسم کی مدد کرتا نہین اور اگر کسی نے کی بھی تو غیر مکتفی اور بہزار منت واری۔

اگر کوشش بیکار ہی جائے اور کچھ بھی پس انداز نہ ہو سکے تو بھی سعی منفعت سے خالی نہین۔ اور کچھ نہ ہوگا تو طبیعت مین احتیاط اور انضباط ہی پیدا ہو جاے گا۔ فضول خرچی کی عادت چھٹ جائے گی۔ بیہودہ مشاغل مین پڑنے کا موقع نہ ملے گا۔ بیہودہ جذبات رُک جائین گے۔ کسی قدر افکار ہلکے ہو جائین گے اور طبیعت کو سکون نصیب ہوگا۔ روپیہ پاس ہوتا ہی تو طبیعت مین عجب استغنا اور بے فکری کی کیفیت ہوتی ہی۔ اور بڑھاپے مین یا معذوری کے وقت عزت بنی رہتی ہی اور طبیعت کو اطمینان ہوتا ہی کہ اولاد ہمارے اندوختہ سے متمتع ہوگی۔

کسی ملک مین دو وجہ سے افلاس پھیلتا ہی۔ اول روپیہ کی احتیاج دوم روپیہ کا بیجا صرف۔ اور دو ہی وجہ سے دنیا مین تہذیب بھی پھیلتی ہی۔ اول کفایت شعاری۔ دوم اندوختہ۔ کیونکہ کفایت شعاری سے راس المال حاصل ہوا اور راس المال سے اشیا پیدا کرنے کی قوت ہوئی۔ جو قومین اپنی تمام پیداوار خرچ کر ڈالتی ہین اور کچھ نہین بچاتین اُن کے پاس بالکل راس المال نہین ہوتا اور وہ ذرا ذرا سی چیزون کے لیے دوسرون کی دست نگر ہوتی ہین۔ اُن مین افلاس اور مصیبت پھیلی ہوئی ہوتی ہی۔ اور بے مائیگی کی وجہ سے وہ تجارت بھی نہین کرسکتین۔ اِن کے پاس جہاز ہوتے ہین نہ ریل نہ کشتیان۔ جو قومین کفایت شعار ہین وہ آج دنیا کی تہذیب کا چشمہ اور دولت کا مخزن بنی ہوئی ہین۔

پرہیزگاری، آزادی، دیانت داری، خودداری وغیرہ اوصاف کفایت شعاری سے حاصل ہوتے ہین اور یہ ایسے اوصاف ہین جن پر انسان کے اخلاق کی بنیاد ہی۔ اور خودداری کا یہ تقاضا ہی کہ انسان اپنی وضع کو نبھائے اور اپنا بار آپ اُٹھائے۔ اسی مین اس کی عزت ہے۔ اگر دوسرون پر اپنا بوجھ ڈالے گا تو اُس کو حقیقی عزّت اور آرام نصیب

نہین ہوسکتا۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنی حاجتون کا جس قدر احساس خود ہوتا ہی دوسرے کو نہین ہوتا۔ اسی طرح اپنے دل کی محبت، اپنے دل کی امید اور اپنی پسند کا اثر جس قدر خود اپنے اوپر ہوتا ہی دوسرون کو اُس کا احساس نہین ہوتا۔ اس لیے ہر شریف شخص کا فرض ہی کہ اپنی آیندہ حاجتون کا خیال رکھے اور چادر دیکھ کر پاؤن پھیلائے۔ غریب ہونا عیب نہین۔ لیکن اس مین شک نہین کہ افلاس بہت سے نیک کام نہین ہونے دیتا۔ اطمینان اور سکون خاطر کو برباد کر کے خوشیون پر پانی پھیر دیتا ہے ؎

خداوند نکبت بجوی مشتغل + پراگندہ روزی پراگندہ دل

کفایت شعاری کے اصول کچھ مشکل نہین۔ ہر شخص اُن کو سمجھ سکتا اور ذراسی توجہ سے اُن پر عمل کر سکتا ہی۔

اوّل یہ کہ آمدنی کا کچھ حصہ خواہ کتنا ہی قلیل ہو آیندہ کی حاجتون کے لیے جمع کیا جائے۔

دوم جو کچھ خریدا جائے اُس کی قیمت نقد ادا کر دی جائے۔ اور اُدھار سے پرہیز کیا جائے اور قرض اور دستگردان سے احتراز کیا جائے۔

سوم۔ جس کام مین روپیہ لگایا جائے پہلے اس کے نفع نقصان کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے اور جس طرح کا نفع یقینی نہ ہو اُس روپیہ کو صرف نہ کیا جائے۔

چہارم۔ آمد وخرچ کا باقاعدہ حساب رکھا جائے۔

پنجم۔ جو چیز خریدی جائے اُس کو احتیاط سے خرچ کیا جائے اور یہ خبر رکھی جائے کہ نوکرون یا اور لوگون یا خود اپنی غفلت سے چیزین ٹوٹ کر یا اور کسی طرح خراب و برباد نہ ہون کہ پھر اُن کے خریدنے یا بنوانے کی ضرورت ہو۔ بلکہ ہر شے سلیقہ سے استعمال ہو۔ اور یہ کام گھر کے نوکر یا داروغہ کے ذمہ نہ ہو بلکہ خود صاحبِ خانہ کو مرد ہو یا عورت نگرانی کرنا چاہیے۔

(مقتبس از حکمت عملی مولفہ مولوی سجّاد مرزا بیگ دہلوی)

(۴) مثالون کا اثر

(۱) عمل ہمیشہ زبانی نصیحت سے زیادہ مفید ثابت ہوا ہے۔

(۲) بچپن کے مشاہدات یا عملی تعلیم کا نتیجہ۔

(۳) دنیا مین ہر چھوٹے بڑے اچھے بُرے فعل کا اثر باقی رہ جاتا ہے۔

لہذا اچھے نمونے چھوڑ جانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

(۴) بری اور بھلی صحبت کا اثر۔

(۵) اچھی مثالیں پیش نظر رکھنے کی ضرورت اور بڑوں کی سوانح عمری کے مطالعہ کا اثر۔

عمل ایک خاموش معلم ہے جس کا رتبہ الفظوں سے کہیں برتر ہے۔ زبانی نصیحت سے صرف رہنمائی ہوتی ہے مگر حقیقی فائدہ انسان نصیحت کے عملی برتاؤ ہی کو دیکھ کر حاصل کرتا ہے نصیحت کے کارآمد ہونے میں کلام نہیں مگر جب تک یہ عمل کی کسوٹی پر کسی نہ جائے بالکل بے اثر ہے۔

ہم جس قدر آنکھ سے سیکھتے ہیں اُس قدر کان سے نہیں سیکھتے۔ جو کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اُس کا اثر اُس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جس کو ہم صرف کانوں سے سُن لیتے ہیں یا کتابوں میں پڑھ لیتے ہیں خصوصاً بچپن میں تو انسان جو کچھ سیکھتا ہے زیادہ تر آنکھوں ہی سے سیکھتا ہے۔ بچے جو کچھ دیکھتے ہیں بے سمجھے بوجھے اُس کی نقل کرنے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے ساتھیوں کے سے ہو جاتے ہیں۔ بچوں کی حالت ٹھیک اُن کیڑوں کی سی ہوتی ہے جو جس رنگ کے درختوں پر رہتے ہیں اُسی رنگ

روپ کے ہو جاتے ہیں۔ اسی لیئے بچپن میں تعلیم کا عمدہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسکول میں ایسی ہی عمدہ تعلیم کیوں نہ ہوتی ہو لیکن انسان جو کچھ گھر میں سیکھتا ہے اُس کا اثر اُس سے کہیں قوی تر ہوتا ہے اور اکثر اوقات بیرونی تعلیموں پر غالب آجاتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قوم کی قوم اپنے گھواروں ہی میں سنورتی یا بگڑتی ہے۔ پس اگر والدین کی خواہش ہو کہ اُن کی اولاد صالح اور لائق ہو تو اُن کو صرف اپنے ہی اخلاق کی درستگی کافی ہے۔

انسان کا کوئی کام اور کوئی خیال ایسا نہیں ہوتا جو بے انتہا نتیجے پیدا نہ کرتا ہو۔ بھلے اور بُرے دونوں کام ہمیشہ زندہ رہ کر اپنے ثمرے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ ہمیں دکھلائی نہ دیں۔ ذلیل اور کس مپرس سے کس مپرس شخص بھی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرے قول اور فعل کا کسی پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ تمام کائنات میں کوئی کسی سے جدا نہیں۔ سب کے سب ایک زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ہر شخص اپنی برائیوں اور نیکیوں سے دنیا کی برائیوں اور نیکیوں کی تعداد بڑھا یا گھٹا رہا ہے۔ جس طرح اگلوں کے اقوال اور افعال کا اثر ہم پر ہے اُسی طرح ہمارے اعمال کا

اثر آیندہ زمانہ مین آنے والی قوم پر ہوگا۔ انسان ایک ایسا پھل ہے جو
صدیون کی سعی اور کوشش سے بڑھتے بڑھتے اس حالت تک پہونچا ہی
ہزارون برس کی قومین گویا ایک دوسرے کے کاندھون پر ہاتھ رکھے
کھڑی ہین، اور موجودہ قومین بھی قول وفعل کے مقناطیسی سلسلہ کو آیندہ
قومون مین جاری رکھین گی۔ کسی انسان کا کام فنا نہین ہوتا۔ ہان
یہ ممکن ہی کہ اُس کا جسم خاک ہوکر ہوا مین اُڑ جاے اور گرد تک کا پتا نہ ملے
لیکن اُس کے بھلے اور بُرے کام ہمیشہ رہین گے اور اپنا اثر پیدا کرتے
رہین گے۔ ع ثبت ہست بر جریدۂ عالم دوامِ ما ۵

زندہ ست نامِ فرخِ نوشیروان بعدل ÷ گرچہ بسے گزشت کہ نوشیروان نماند

اس لیے ضرور ہی کہ ہمیشہ لوگون کو عمدہ نمونے دکھاؤ۔ ہمیشہ ایسے خیالون
کو دل مین جگہ دو جو فائدہ مند ہون۔ ہمیشہ ایسے لفظ بولو جو کار آمد ہون
ہمیشہ ایسے کام کرو جس کو دیکھ کر لوگ عمدہ سبق حاصل کرین۔

انسان کتنا ہی غریب اور لوگون کی نظر مین کتنا ہی ذلیل کیون نہو
لیکن اس طرح کی تعلیم سے ہمیشہ اپنی قوم کو فائدہ پہونچا سکتا ہی۔ روشنی ٹیلہ
پر ہو یا زمین پر اُس کی شعاع ضرور پھیلتی ہی ہے ع

گرمیِ مہر بویرانہ و آبادی یکیست - نیک چلن انسان خواہ ستارۂ ہند ہوکر سارے جہان مین مشہور رہو، خواہ ایک جھوپڑے مین پڑا رہے اور جوتا کرے اُس کی نیک چلنی کا اثر بنی نوع انسان پر خواہ مخواہ ہوتا ہی ہے ؎

شاخِ گل ہر جا کہ می روید گل است + جامِ مل ہر جا کہ می جوشد مل است

زندگی عمدہ طور سے نیک کامون مین بسر کرنا اپنے وارثون بلکہ سارے جہان کے لیے ایک بیش بہا میراث چھوڑ جانا ہے۔ کیا خوش نصیب ہین وہ لڑکے جو پوپ (انگلستان کے نامی شاعر) کی طرح یہ کہہ سکین "میرے والدین نے کوئی ایسا کام نہین کیا جس کو یاد کر کے مجھے شرم آئے۔ اور الحمد للہ کہ مین نے بھی ایسا کوئی کام نہین کیا جس کو سُن کر اُن کی آنکھون مین آنسو بھر آئے"

نصیحتین جس قدر نیک مادہ تیار کرتی ہین بُری صحبت اُس کو فوراً برباد کر دیتی ہے۔ اس لیے لڑکون کو بُری صحبت سے بچانا بہت ضرور ہے بہتر تو یہ ہے کہ آدمی ایسون کی صحبت اختیار کرے جو اُس سے اچھے ہون ؎

ہمنشین تو از تو بہ باید + تا ترا عقل و دین بیفزاید

اور اگر یہ نہو تو اُس کے برابر ضرور ہون۔ اگر کسی کا چال چلن دریافت

کرنا چاہو تو اُس کی صحبت کے آدمیون کے چال چلن پر قیاس کرلو جو جیسا ہوتا ہے اُس کے جلیس بھی ویسے ہی ہوتے ہین، کند ہمجنس با ہم جنس پرواز ایک نامور مصور لکھتا ہے کہ "مین حتی المقدور بُری تصویرون پر نظر نہین ڈالتا کیونکہ بُری تصویرون کے دیکھنے سے میرا قلم بے ساختہ ویسی ہی تصویرین کھینچنا سیکھ لیتا ہے" اسی طرح انسان بُرون کی صحبت مین بُرائی اخذ کرلیتا ہے اور اُسے خبر تک نہین ہوتی۔

اسی طرح اچھے آدمی بھی اپنا اثر فوراً پہونچاتے ہین۔ سیر کرنے والے جب پھولون کے چمن مین ہوکر گذرتے ہین تو اُن کے کپڑون کے ساتھ پھولون کی باس لپٹی چلی جاتی ہے۔ یون ہی انسان جب نیکون کی صحبت سے آتا ہے تو کچھ نہ کچھ اُن کا اثر لیتا ہی آتا ہے۔ اُلوالعزمون کو دیکھ کر خیالات عالی اور حوصلہ بلند ہوجاتا ہے۔ شیر دلون کو دیکھ کر بزدلون مین دلیری پیدا ہوجاتی ہے۔ جوانمردون کی حکایتین سُن کر خون مین جوش پیدا ہوجاتا ہے اور دل سے اُمنگین اُٹھتی ہین۔

سوانح عمریون کے مطالعہ کا بڑا فائدہ یہی تو ہے۔ متقدمین جس طرح اپنے کامون کی بدولت زندہ ہین اُسی طرح اپنے تذکرون کے باعث بھی زندہ ہین

سوانح عمری پڑھنے سے ہم گویا اُن سے ملاقاتین کرتے ہین۔ وہ ہمین نصیحت اور ہدایت کی باتین سُناتے ہین اور ہم سے کہتے ہین کہ تم بھی ہم سے ہوجاؤ اور ہماری راہ پر چلو۔ سوانح عمری کے ذریعہ سے اگلے زمانہ کے بڑے بڑے آدمی گویا پھر ہم لوگون مین پیدا ہو جاتے ہین۔ وہ گویا ہمارے جسمون مین حلول کرتے ہین اور پھر اس دنیا مین آکر عجیب وغریب کام کرتے ہین۔

ایسی کتابین جن مین بڑون کے سچے حالات درج ہون ایک ہدایت نامہ ہی جو عالی خیال اور بلند ہمتی کی تعلیم دیتا ہی۔ اس قسم کی کتابین اُمیدون کی معاون اور دلون مین جوش پیدا کرنے والی ہوتی ہین۔ اور سوانح عمری پڑھتے پڑھتے کہین نہ کہین ایسا نمونہ مل ہی جاتا ہی جو اُس کے حسب حال ہوتا ہی اور اُس کے دل مین بے اختیار یہ خواہش پیدا ہوتی ہی کہ مین بھی اُس کا سا ہو جاتا۔ چنانچہ یون ہی بہت سے ہو بھی گئے۔

(ملخص از تحریک)

(۵) تجارت

۱۔ تجارت اور زراعت آمدنی کے دو وسیع ترین ذرائع۔ تجارت کا تفوق

۲۔ گورنمنٹ پر تکیہ کرکے ہندوستانیون کا تجارت سے غافل رہنا۔

اور غفلت کے نقصانات۔

۳ تجارت کے فوائد اور ضرورت۔

آمدنی کے ذریعون مین ظاہرا دو ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہین جو تمام ذرائع کو حاوی ہین۔ ایک زراعت اور دوسرا تجارت۔ مگر ان دونون ذریعون مین زراعت تو ایک ایسی چیز ہی جس مین انسان ایک خاص قسم کی ترقی کرسکتا ہی اور وہ بھی ایک حد معینہ تک۔ مگر تجارت ایک ایسا عام اور قابل ترقی ذریعہ ہی جس کے سبب سے انسان کو اصناف وانواع اقسام کی ترقی حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہی۔ اور اس کے واسطے کوئی ایسی حد نہین نکلتی جس کے آگے ترقی ناممکن ہو۔ بلکہ جہان تک انسان کے عقل کو رسائی ممکن ہی وہان تک اس کی بھی ترقی ممکن ہی اور وہی ایک ایسی چیز ہی جس مین انسان اپنے ہر طرح کے کمالات اور خوبیان ظاہر کرسکتا ہی۔ اور وہی تمام صناعیون، دستکاریون اور ہنرمندیون کی جڑ ہی۔

مگر نہایت افسوس ہی کہ ہنوز ہمارے ملک مین لوگون کی طبیعتین اس طرف راغب نہین ہوئین۔ بلکہ انھون نے اپنے حاکم قوم یوروپین کی ہمت پر اس قدر اعتماد کر رکھا ہی کہ اپنی بہتری کے سارے کام اس کے قبضے مین دے رکھے ہین

حالانکہ ہمارے ہندوستانی بھائیون کا یہ ایک ایسا غلط خیال ہی جو یقیناً ملکی ترقی اور قومی اعزاز کو خراب کرنے والا ہی۔

فرض کرو کہ یہی تاجر قوم ہمارے ملک کے ساتھ صرف تاجرانہ تعلق رکھتی ہوتی اور جو تعلق اُس کو ہمارے ساتھ حاکمانہ ہی وہ نہ ہوتا۔ اور جو خیرخواہی اُس کے دل مین صرف اس وجہ سے ہی کہ ہندوستان اُس کا ملک ہی اور ہندوستان کے باشندے اُس کی رعایا ہین، وہ نہ ہوتی تو ہندوستانیون کی حالت ہندوستان کو کیسی مضرت پہونچاتی۔ اور جو رونق ہندوستان مین اس وقت گورنمنٹ کی توجہ کی بدولت ہی وہ بالکل نیست و نابود ہوتی۔

ہر ملک کو ایک بوستانِ پربہار کے مانند فرض کیجئے اور اس کے باشندون کو خوشنما پودون کی مثال تصور کیجئے۔ پس اگر کسی باغ مین خوشنما پودون کی جگہہ سوکھے درخت ہون، یا اگر ہرے ہون تو اُن مین کسی قسم کا پھل یا پھول نہ ہو، تو کیا ایسا باغ کچھ مفید ہوگا؟ یا اس کی کچھ قدر و منزلت ہوگی؟ اسی طرح اگر کسی ملک کے باشندے علم و ہنر یا صناعی اور دستکاری سے آراستہ نہ ہون بلکہ درختِ بے ثمر کی مثل ایسے کمالات سے عاری ہون تو کیا اُس ملک کی کچھ قدر و منزلت ہوگی؟ یا اُس سے کسی قسم کے نفع کی امید

ہو سکے گی؟ ہرگز نہ ہو سکے گی۔

پس ہمارے ہم وطنون کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو ہر طرح سے آراستہ کرین اور دنیوی کمالات سے محروم نہ رکھین جن کی مثال ایک بے ثمر درخت سے دی جائے۔ اور کمالات دنیوی کے واسطے یقیناً سب سے بڑا ذریعہ تجارت ہی جو انسان کے دل کو ہر قسم کے کسب کمال کی جانب راغب اور ملکی رونق کو دوچند کر دیتا ہی۔ سیر و سیاحت کی عادت، آباد ملکون کی سیر اور عجائبات روزگار کے ملاحظہ کی نوبت بلاشبہہ اس تجارت ہی کی بدولت پہونچتی ہی۔ اور انسان کے دل مین عالی حوصلی کا جوش جس پر تمام ترقیون کا مدار ہی بلاشبہ اس تجارت سے پیدا ہوتا ہی۔ اور سب سے آخری فائدہ جو اس بے نظیر پیشے کی بدولت انسان کو حاصل ہوتا ہی وہ تجربہ کاری ہی، جس کے بغیر انسان اپنے کسی کام کو استحکام اور مضبوطی کے ساتھ نہین کر سکتا۔ پس ہم یقین کرتے ہین کہ جب تک ہندوستان کے باشندے اس طرف توجہ نہ کرین گے جملہ کمالات مین ناکامل رہین گے۔

(سید احمد خان ح)

نقلیہ مضامین

نقلیہ مضامین کا منشا یہ ہو کہ ناظر کے چشم تصور کے سامنے حقیقی یا خیالی واقعات کا ایک سلسلہ پیش کیا جائے۔ اور اگر ضرورت ہو تو اُن کے اسباب اور ایک واقعہ کی دوسرے واقعہ کے ساتھ مناسبت بھی واضح کر دی جائے۔ واقعات کی ترتیب مین وقت اور زمانہ کی مطابقت یعنی سلسلۂ وقوع کا لحاظ رکھنا ضرور ہو۔

تاریخی واقعات یا حکایات کے بیان مین۔

۱۔ پہلے وقت اور مقام وقوع مع اشخاص متعلقہ و اسباب کا ذکر کرنا چاہیئے۔ پس پہلے پارا گراف مین جائے وقوع کا تذکرہ ہو اور یہ ہمیشہ ملحوظ رہے کہ اسباب نتائج پر مقدم ہون۔

کہانی یا خیالی تذکرون مین قصہ کی طرح وقت اور مقام بھی گھڑ لیے جا سکتے ہین۔ مثلاً کہانی اگر یون شروع کی جائے تو نہایت موزون معلوم ہو گی۔ "بہت زیادہ مدت نہین گذری کہ شہر عظیم آباد کے مضافات مین" یا یون "۱۸۹۸ء کا ذکر ہو کہ شمالی ہند کے کسی شہر مین" اس قسم کی تمہید ین کہانی

کو زیادہ دل آویز اور کا لاصل بنا دیتی ہین۔

۲۔ اس کے بعد واقعہ کی کیفیت وقوع یا بنیاد اور دیگر احوال بیان کرنا چاہیئے۔ اور اس کا لحاظ رہے کہ کوئی ایسی تفصیل جس سے بیان کی وضاحت ہو چھوٹ نہ رہے۔ البتہ بیان کی پیچیدگی سے بچنا چاہیئے۔

۳۔ اب رہا کہانی یا تذکرہ کا انجام یا ٹیپ کا بند۔ اسے اختتام بیان کے لیے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ ابتدا یا درمیان مین اس کی خبر نہ دینا چاہیئے ورنہ لطفِ بیان جاتا رہے گا۔

۴۔ اگر واقعہ متذکرہ سے کوئی اخلاقی معاشرتی یا تمدنی نتیجہ نکلتا ہو تو اُسے سب کے آخر مین درج ہونا چاہیئے۔ علی العموم قصون یا واقعون کے بیان کے بعد کوئی اخلاقی نتیجہ دکھانا زیادہ بہتر ہے۔

پس اُن مضامین نقلیہ کا جو تاریخی واقعات یا حکایات پر مشتمل ہون یون ڈھانچا قرار پایا۔

۱۔ تمہید (وقت، مقام، اشخاص متعلقہ، بنا یا موقع)

۲۔ حالات اور واقعات

۳۔ انجام

۴۔ **حاصلِ مضمون** (اخلاقی نتیجہ وغیرہ) تنقیح آراء اگر مسئلہ متنازع فیہ ہو اُن مضامین نقلیہ کا جو سوانح عمری کے بیان پر مشتمل ہوں ڈھانچہ یوں قائم کرو:-

(۱) وقت اور مقام ولادت۔ خاندان۔

(۲) تعلیم۔ مزاج۔ ابتدائی میلان طبع۔ احوال اوائل عمر۔

(۳) مشاغل زندگی۔ کارنامے۔

(۴) وقت اور مقام وفات۔ تدفین۔

(۵) چال چلن اور ذاتی کمالات کا مختصر خاکہ۔ تنقیح آراء اگر ضرورت ہو۔

(۶) بچوں کے ایثار کی ایک نقل

۱۔ آسٹریلیا میں ایک بڑھئی کے تین بچوں کا جھاڑیوں میں جانا۔ جھاڑیوں کی خطرناکی۔

۲۔ شام تک گھر نہ لوٹنے پر باپ کی تلاش۔ جنگلیوں سے استمداد آثار سے بچوں کے نقل وحرکت کی تحقیق۔

۳۔ ان کا ملنا۔ حالتِ زار۔ چھوٹے کے لیے بڑی بہن کا ایثار۔ اہل ملک کی داد وتحسین۔

۴۔ عہدِ طفلی اعلیٰ تربیت اور پاکیزہ جذبات کی تخم ریزی کی بہترین فصل ہے۔
اسٹریلیا مین ملبورن کے قریب ایک بڑھئی رہتا تھا جس کا نام ڈف تھا۔
اُس کے تین بچے تھے۔ بڑا بیٹا نو برس کا تھا۔ ایک بیٹی جین سات برس کی
تھی اور چھوٹا لڑکا فرنیک پانچ سال کا تھا۔ ۱۸۶۴ء کے جاڑون مین یہ اکثر
جھاڑ کے تنکے چننے کے لیے جھاڑیون مین بھیجے جاتے تھے۔ ایک روز شام
تک یہ گھر نہین پہونچے تو ان کے مان باپ سخت متردد ہوئے۔ اُن ہیبتناک
جھاڑیون کی یہ کیفیت ہے کہ بڑے بڑے قوی مرد اور واقفکار بھوکے پیاسے
ایڑیان رگڑ رگڑ کر دم توڑ چکے ہین پھر ان بچون کا کیا پوچھنا ہے۔
اِن کے باپ نے ہمسایون کو لیکر تمام جنگل بیابان چھان مارے۔
آوازین دین مگر کوئی پتا نہ ملا۔ اسی تلاش اور جستجو مین ایک ہفتہ گزر گیا۔
آخر وہان کے قدیم جنگلی باشندون سے مدد طلب کی گئی۔ وہان کی نوآباد
قومون مین یہ بیچارے بہت حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے ہین مگر ان جاہلون
کو جنگلون کے ادنیٰ ادنیٰ نشانون اور داغون سے قیاس اور رائے لگاکر
صحیح نتیجہ پر پہونچنے مین حیرتناک ملکہ حاصل ہے۔ شاخون کے جھکاؤ اور گھاس
کی پامالی سے انھون نے فوراً لڑکون کے نقل و حرکت کا پتا لگا لیا۔

بولے "یہاں چھوٹا لڑکا تھک کر بیٹھ گیا۔ بڑے نے جھک کر اُسے اُٹھایا۔ یہاں وہ تمام رات چلتے رہے۔ تاریکی پھیل گئی۔ سوجھتا نہ تھا۔ بہن بھائی پر گر گئی۔" آگے چل کر پھر یوں رائے ظاہر کی "یہاں پھر چھوٹا بچہ تھک کر بیٹھ گیا۔ بڑے نے جھک کر اُٹھانا چاہا مگر اُٹھ نہ سکا۔ مُنہ کے بل گر گیا۔"

جمعہ کے دِن شام کو لڑکے گھر ہوئے تھے اور دوسرے ہفتہ کے روز سیام فام جنگلیوں نے ڈف کو ایک گھنی جھاڑی کے پاس لے جاکر کھڑا کر دیا جہاں تین چھوٹی چھوٹی صورتیں پڑی تھیں۔ سب سے چھوٹا بچہ بیچ میں تھا اور اس کے کپڑوں پر اُس کی بہن کا لمبا کوٹ پڑا تھا۔ ڈف اس ارادہ سے آگے بڑھا کہ اگر زندہ نہیں تو کم سے کم ان کی پیاری لاشیں تو لے چل کر ماں کو دکھا دی جائیں۔ اس وقت اتنی ہی کامیابی اُس کے لیے اطمینان بخش اور دل خوش کن تھی۔ مگر بڑے لڑکے نے اپنے جسم کو زمین سے اُٹھایا بیٹھا اور "ابّا! ابّا!" کہہ کر فرطِ ضعف سے پھر گر گیا۔ اُس کے ہونٹھ خشکی سے سوکھ کر ایسے سکڑ گئے تھے کہ اس کے دانت بھی چھپ نہ سکتے تھے۔ چھوٹا بچہ فرنیک گویا نیند سے چونک اُٹھا اور بولا "ابّا آپ اور قبل کیوں نہ آئے ہم لوگ آپ کو آوازیں دیتے دیتے تھک گئے۔" جین تو مردہ ہو رہی تھی

جب اُٹھائی گئی تو نہایت نقیہ آواز مین "سردی سردی" بول کر رہ گئی۔
جب یہ جماعت گھر کی طرف لوٹ رہی تھی تو بڑے لڑکے نے اُن حبشیون کے نکالے ہوئے نتایج کی صحت کی تصدیق کی اور اُن کی ساری باتین ہو بہو سچ ٹھہرین۔ اُس نے بیان کیا کہ اس عرصہ مین وہ بالکل بھوکے رہے صرف ایک درخت پچر پلینٹ سے جو اُن جنگلیون مین ہوتا ہی اور جن مین عجیب قطع کا پیالہ بنا ہوتا ہی جس مین کئی کئی ہفتہ تک پانی بھرا رہتا ہی، ایک ایک گھونٹ پانی انھین میسر ہوا۔ گو اس پانی مین قدرے تغذیہ ہوتا ہی مگر اتنے دنون تک اس پر آدمی بسر نہین کر سکتا۔ ان بچون کی برداشت سخت حیرت انگیز ہے۔

یہ بہت جلد تندرست ہوگئے۔ اور جین کی تحسین و آفرین کا ساری نوآبادی مین ایسا جوش پھیلا کہ اس کے لیے چندہ فراہم ہونے لگا جس کی تعداد کئی سو پونڈ تک پہونچ گئی۔

بچپن مین تمام جذبات زورون پر رہتے ہین۔ عقلمند باپون کو چاہیے کہ اسی عمر مین اپنی عاقلانہ تدبیرون سے اِن کے دلون مین شریف اور پاکیزہ جذبات اور اعلیٰ تربیت کے تخم بوئین جو طبیعت ثانی ہو کر

فطرت بن جائین اور کامل نشو و نما پائین اور بُرے جذبات کی بیخ کنی کی کوشش کرتے رہین۔

یورپ کے باپون نے اس نکتہ کو خوب سمجھا ہے اور اس لیے یہ اپنے بچون کو جیسا چاہتے ہین بنا لیتے مین بہت کامیاب ہوتے ہین۔

(۷) آثارِ سعادت

۱ جہانگیر کے عہد مین ضلع جھنگ مین ایک غریب کاشتکار اور اُس کی بیوی

۲ حاملہ بیوی کی سیب کی رغبت۔ کاشتکار کی جستجو۔ ایک سوداگر کا اقرار نامہ لکھا کر مفت عطیہ۔ بچے کی ولادت۔ شوق تحصیلِ علم۔ ظہور ذکاوت اور دربار کی رسائی۔

۳ علامی نواب سعد اللہ خان بننا۔ سوداگر سے اقرار نامہ کا لینا۔

۴ مستحقین کی حاجت روائی باعثِ خیر و برکت ہوتی ہے۔

شہنشاہ نورالدین جہانگیر کے عہد کا ذکر ہے کہ ضلع جھنگ مین ایک غریب کاشتکار رہتا تھا جس کے خاندان مین کئی آدمی تھے مگر آمدنی کافی نہ تھی اور اس وجہ سے نہایت عسرت کے ساتھ بسر ہوتی تھی۔

اتفاق سے کاشتکار کی حاملہ بیوی کا وضع حمل سے تین چار دن پہلے سیب کھانے کو جی چاہا۔ غریب کاشتکار نے عمر بھر سیب کی صورت بھی نہ دیکھی تھی لہذا تعمیل فرمایش سے قاصر رہا لیکن جب بیوی نے بیقرار ہو کر بہت مجبور کیا تو وہ گاؤن کے نمبردار کے پاس گیا اور اس سے سیب کا طالب ہوا۔ نمبردار سیب کے لیے شہر کو آدمی بھیجنا ہی چاہتا تھا کہ ایک شخص نے کاشتکار سے کہا کہ اس گاؤن کے قریب ایک بڑا سوداگر خیمہ زن ہوا اور امید ہو کہ اُس کے پاس سے سیب مل جائے۔ کاشتکار بیچارہ یہ سُن کر اُس جانب روانہ ہوا اور خیمہ گاہ مین پہنچ کر ہر شخص سے دریافت کرنا شروع کیا کہ سیب کہان بکتے ہین۔ اور جب کوئی سیب کی ضرورت دریافت کرتا تھا تو ہمارا مسکین کسان اپنی بیوی کی حالت بیان کر دیتا تھا۔ آخرش لوگ اس کو سوداگر کے روبرو لے گئے جو اپنی خداداد ذہانت سے سمجھ گیا کہ اس عورت کا بیٹا جو وضع حمل کے قریب سیب کھانا چاہتی ہو کوئی عالی مرتبت شخص ہوگا اور عجب نہین جو دربار شاہی کا کوئی بڑا عہدہ دار ہو جائے۔ یہ خیال کر کے اُس ملک التجار نے کاشتکار سے ایک اقرار نامے پر دستخط کرنے کو کہا جس مین لکھا تھا کہ مُقر کا لڑکا جب بڑا ہو کر دربار شاہی مین رسوخ حاصل

کرے اور با اختیار ہو تو وہ اس سوداگر کو محصول درآمد برآمد مال کی ادائیگی سے مستثنیٰ کر دے۔ اور اُس سے کہا کہ اس کے معاوضے مین وُہ جس قدر سیب چاہے لے جائے۔ غریب کسان نے نہ تو یہ پوچھا کہ اس اقرار نامے کا کیا مطلب ہے اور نہ وہ محصول درآمد و برآمد جانتا تھا بلکہ غریب نے جلدی سے اُس کاغذ پر دستخط کی چند لکیرین کھینچ دین اور ایک سیب لیکر گھر کو چلتا ہوا۔ اور بیوی کو جا کر دے دیا۔ یہ سیب کھانے کے تین چار روز بعد اُس کے یہان ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سعد اللہ رکھا گیا۔

سعد اللہ جب کچھ بڑا ہو گیا تو معمول کے موافق جنگل مین مویشی چرایا کرتا تھا۔ گرچراگاہ مین وہ اپنی چادر بچھا کر بیٹھ جاتا تھا اور اس کے ساتھیون مین جب کوئی جھگڑا ہوتا تو بادشاہ کی طرح اس کو فیصل کیا کرتا تھا۔ ایک دن جنگل ہی مین ایک بزرگ کے مزار کے قریب وہ چادر بچھا کر سو گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بزرگ سبز پوش اس کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور اُس کو دہلی جانے اور کسی مکتب مین داخل ہونے کی ہدایت کی۔ تین دفعہ وہ جاگا اور سویا اور ہر دفعہ اس نے اُن بزرگ کو یہی فرماتے ہوئے سُنا۔ آخرش اُس نے دہلی جانے کی ٹھان لی۔ اور چند ضروری چیزین اپنے ساتھ لیکر دوسرے دن دار السلطنت مغلیہ کا رستہ لیا۔

تین مہینے راستے کی صعوبتیں اُٹھاکر وہ دہلی پہنچا اور اُس بزرگ کی ہدایت کے موافق ایک مکتب مین بیٹھ گیا جہان اُس نے تھوڑے ہی عرصے کے اندر اکتساب علوم مین بہت ترقی کی۔ دو برس بعد شاہجہان بادشاہ وقت کے پاس شاہ ایران کی طرف سے ایک تحریر پہنچی جس مین باوجود شاہ ہند ہونے کے شاہ جہان کا لقب اختیار کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تھی چونکہ خود بادشاہ کے ذہن مین اس کا کوئی معقول جواب نہین آیا اس لیے اُس نے تمام اُمرا و علما کو مشورت کے لیے طلب فرمایا لیکن کسی سے اس کا قابل اطمینان جواب نہ بن پڑا۔ مجبور ہوکر بادشاہ نے عام منادی کرادی کہ جو شخص اس کا مناسب جواب دیگا اس کو دربار مین ایک معزز عہدہ دیا جائیگا اس مکتب کے مولوی صاحب نے بھی جس مین سعد اللہ پڑھتا تھا یہ عقدہ حل کرنے کی کوشش کی مگر بیفائدہ۔ اور پھر اپنے طالبعلمون سے کہا کہ وہ بھی کوشش کرین۔ ہر ایک لڑکے نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق ادق اور طویل جوابات لکھے لیکن سعد اللہ نے ایک کاغذ کے پُرزے پر صرف یہ لکھا کہ "ہند" کے وہی عدد ہین جو "جہان" کے اس لیے "شاہ ہند" کو "شاہ جہان" کہتے ہین۔ اور کاغذ اپنے اُستاد کو دیدیا۔ مولوی صاحب دل مین تو سعد اللہ کی قابلیت اور

ذہانت کے قائل ہو گئے۔ لیکن بوجہ رشک کے ظاہر یہ کیا کہ اُس کا جواب بھی کچھ قابل اطمینان نہیں ہے۔ آخر مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ یہ جوابات بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔ چنانچہ اُن سب کو لیکر وہ دربار میں پہونچے لیکن چالاکی یہ کی کہ سعد اللہ کا جواب سب کاغذوں کے نیچے رکھ دیا کہ دو چار جواب پڑھ کر بادشاہ سب کو پھینک دیگا اور ہر ایک کو پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں کریگا۔ لیکن اتفاق سے سعد اللہ کا جواب چونکہ سب کے نیچے تھا بادشاہ کے ہاتھ سے گر پڑا اور اُس نے اُٹھا کر سب سے پہلے وہی پڑھنا شروع کر دیا ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ مولوی صاحب یہ دیکھکر کچھ اور کاغذات پیش کرنا چاہے لیکن سعد اللہ کا مختصر سا جواب بادشاہ کے دل کو لگ گیا اور اُس نے سعد اللہ کو اپنے حضور میں طلب کیا وعدہ کے موافق اُس کو ایک بڑا عہدہ دیا گیا لیکن بعض امرا کو اس سے حسد ہوا کہ ایک طفلِ مکتب اس طرح بازی لے جائے اور ایک معزز عہدہ پا جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے شاہجہان کے کان بھرنا شروع کیے اور ایک روز موقع پا کر یہ شکایت کی کہ گو سعد اللہ ایک بڑا عہدہ دار ہے مگر اس کو قلم بنانا بھی نہیں آتا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ کل سعد اللہ کو دربار میں

قلم بنانے کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ نہ بنا سکا تو موقوف کر دیا جائے گا۔ اتفاق سے سعد اللہ کو بھی اس بات کی کسی نے خبر دی۔ چنانچہ تمام رات اُس نے قلم بنانے کی مشق کی اور صبح تک ایسا چابک دست ہو گیا کہ صرف تین تراشون مین وہ نہایت عمدہ قلم بنانے لگا حسب قرارداد سابق دوسرے دن علی الصبح اُس کی دربار مین طلبی ہوئی اور جہان پناہ نے قلم بنانے کا حکم دیا تو محسود سعد اللہ اس امتحان مین کامیاب ہو گیا اور دشمنون کو ندامت اُٹھانی پڑی۔ اس روز سے اُس کی قابلیت کا سکہ پہلے سے زیادہ بیٹھ گیا۔ بادشاہ کی نظر مین اُس کی اور بھی عزت ہو گئی اور آخرش وہ شاہجہان کا وزیر اعظم مقرر ہو گیا۔

ایک دن سعد اللہ جو اب علامی نواب سعد اللہ خان تھا اپنے دفتر مین بیٹھا تھا کہ ایک معمر سوداگر ایک بوسیدہ کاغذ ہاتھ مین لیے ہوئے اُس کے سامنے حاضر ہوا اور نہایت ادب سے سلام کر کے وہ کاغذ پیش کیا۔ یہ وہی سوداگر تھا جس نے سعد اللہ خان کے باپ سے اقرار نامہ لکھا کر ایک سیب دیا تھا۔ اور یہ کاغذ وہی اقرار نامہ تھا جس کو پڑھتے ہی وزیر اعظم نے تمام عمال کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ یہ سوداگر ادا نگی محصولات

یک قلم مستثنےٰ کیا گیا۔ اور یہ اُس سیب کا معاوضہ تھا۔

احسان یا سخاوت ہمیشہ معقول موقع تاک کر کرنا چاہیئے۔ اکثر مخیر لوگ بھی چھوٹی خیرات یا معمولی احسان کا موقع اپنی سہل انگاری سے کھو دیتے ہین۔ کاش اُنھین یہ معلوم ہوتا کہ وقت پر ایک دھیلے سے کسی کا کام نکال دینا یا بعض حالت مین کسی سے بخندہ روئی آدمی بات ہی پوچھ لینا یا صرف مسکرا دینا ہزار روپے کی خیرات سے جو بے جگہ ہو یا لاکھ پر تکلف مدارات سے جو بے موقع یا بے ضرورت ہو۔ بہتر ہی۔ ان باتون کے لحاظ کے ساتھ مستحقون کی حاجت روائی بے شبہہ باعث خیر و برکت ہی۔

(ماخوذ از مخزن بابت اکتوبر ۱۹۰۵ء)

(۸) انجام ستم

۱۔ سنہ ۱۶۱۱ء مین لاہور مین ایک زنانہ گاڑی۔ کوتوال کی مڈبھیڑ اور پوچھ مات۔

۲۔ کوتوال کا ان کے گھر مین پیام نکاح بھیجنا۔ عورتون کا غم و غصہ جہانگیر سے فریاد۔ کوتوال کی آمادگی عصمت ریزی۔

۳۔ جہانگیر کا وقت پر پہونچ کر مدد کرنا۔ کوتوال کا قتل۔

ہمکو منظلوم خدا کی پناہ مین ہوتا ہے۔

تقریباً ۱۹۱۶ء کا ذکر ہے لاہور مین دو غریب، مان، بیٹیان ایک بیلون کی گاڑی مین چلی جا رہی تھین۔ ادھر سے کوتوال صاحب کی سواری بھی آپہونچی۔ عین جس وقت ان بیچاریون کی گاڑی سواری کے پاس سے گزری ہوا سے پردہ اُڑا اور کوتوال صاحب نے ایک سوار کو حکم دیا کہ فوراً اس گاڑی کا پورا پورا حال معلوم کرو کہ یہ سواریان کہان سے آئین؟ کدھر جائینگی؟ کہان رہتی ہین؟ اور کیا کرتی ہین؟ سپاہی نے للکار کر گاڑی ٹھہرائی۔ گاڑی بان وردی کی صورت دیکھتے ہی دہل گیا اور جو کچھ سپاہی پوچھتا گیا سب بتاتا گیا۔ گاڑی چلی گئی اور بات گئی گزری ہوئی۔

(۱)

ایک غریب سپاہی کا گھر ہے جس مین دو ما بیٹیان اور داماد رہتے ہین۔ اِدھر اُدھر دو ایک مٹی کے برتن، چار پائیون کے جھلنگے اتنا پتا دے رہے ہین کہ گھر کی آمدنی اتنی ہی ہے کہ گھر والے پیٹ بھر لین اور تن ڈھانک لین۔ ایکا ایکی ایک عورت جوتیان چٹخاتی برقع پھڑپھڑاتی اس گھر مین داخل

ہوئی اور بڑھیا سے کہا "بوی تمھارا نصیبہ جاگ گیا دھن بھاگ۔ کوتوال صاحب کا پیغام لے کر آئی ہون وہ تمھارے ہان شادی کرنی چاہتے ہین۔ جائداد، املاک، روپیہ، پیسہ، گہنا پاتا، کپڑا لتا کس چیز کی کمی ہے۔ یون سمجھو کتوالی گھر کی ہوگئی۔ جس جس چیز کا حکم کرو شام سے پہلے پہلے آن موجود ہو کتوال بھی وہ کتوال جس کا چار کھونٹ ڈنکا بج رہا ہے۔ خود بادشاہ سلامت تک عزت کرتے ہین"۔

بڑھیا "یہ چکنی چپڑی باتین کہین اور جاکر سنانا۔ اب تو آئی ہو اب اس ارادے سے ادھر کا رُخ بھی نہ کرنا۔ پہلے پوچھا گچھا تو ہوتا پھر ہی منہ پھوڑتین۔ میری لڑکی کی شادی کو اللہ رکھے ایک سال گزر کر دوسرا شروع ہوا۔ کتوال صاحب سے کہنا میرا داماد تو آپ ہی کا غلام ہے۔ کتوالی ہی کے سپاہیون مین نوکر ہے"۔

عورت اُس وقت تو اُٹھ کر سیدھی ہولی۔ مگر دوسرے تیسرے ہی روز پھر آئی اور یون کہنا شروع کیا "سرکار نے کہا ہے کہ سپاہی کا کام تمام کر دینا کوئی بڑا کام نہین۔ فقط تم دونون ماں بیٹیون کے اشارہ کی دیر ہے۔ اگر تم کو اپنی جان پیاری ہے تو اجازت دو"۔

اتنا سنتے ہی دونوں ماں بیٹیاں غصہ مین تھر تھر کانپنے لگین۔ قریب تھا کہ عورت کا مارے جوتیون اور لکڑیون کے منہ سوجادین۔ مگر مان نے بیٹی کو ٹھنڈا کیا اور اُس عورت سے کہا "او کمبخت نامراد اپنے کتوال سے کہیو کہ ہم آن پر جان دینے والے لوگ ہین۔ عصمت کے مقابلہ مین ہمین جان عزیز نہین۔ آگ لگے اُس دولت کو جو ہماری عزت کی لاگو ہو۔ جس وقت ہمارے سر پر آپڑتی ہے تو ہم زندگی کی پروا نہین کرتے قربان کی تھی وہ دولت اور سلطنت جو ہماری آبرو کو غارت کرے۔ ہماری یہ غریبی اور مفلسی ہزارون لاکھون درجے اُس روپیہ سے بہتر ہے جس سے ہماری عزت پر حرف آئے۔ اگر آج کے بعد سے اسم قسم کا پیغام پہونچا تو یا ہماری جان نہ ہوگی یا تیرے کتوال کی۔ اگر تو شریف عورت ہے تو اب اپنی صورت نہ دکھائیو۔ نہین تو اب اس گھر سے تو نہ نکلے گی۔ تیری لاش نکلے گی"

بڑھیا کے چلے جانے پر بھی ماں بیٹیون کا غصہ کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ بیوی نے ارادہ کیا کہ خاوند سے کہے۔ وہ اس سے پہلے کہ بات طول پکڑے اس کا خاتمہ کردے مگر مان نے بیٹی کو یہ صلاح نہ دی اور اس خیال سے کہ

مرد ہے نہ معلوم یہ سُنکر کیا کر بیٹھے داماد کو اطلاع دینی مناسب نہ سمجھی۔
کوتوال نے سپاہی کو ایک چھ مہینہ کے راستے پر کسی کام لیے جانے کا حکم دیا۔ اس غریب کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ معاملہ ہے کیا۔ نوکر کو عذر کیا تھا سنتے ہی روانہ ہوگیا۔

سپاہی کے بعد اب میدان بالکل صاف تھا۔ کوتوال شہر کی وہ حکومت کہ شہر کا بچہ بچہ نام سے لرزتا تھا۔ تیسرے پہر کو وہی عورت پھر آئی اور کہا "مین صرف اتنا کہنے آئی ہون کہ آج حضور تشریف لائین گے۔ اگر کوئی گستاخی کی تو تلوار سے اُس کا جواب ملے گا۔ جو کچھ فرمائین غور سے سننا اور سوچ کر جواب دینا"

(۲)

شام ہوچکی ہے۔ جہانگیر شکار کا تھکا ہارا مسہری پر لیٹا ہے۔ دفعتہً کسی فریادی نے قلعہ کے دروازہ پر گھنٹی بجائی۔ اس آواز کا کان مین آنا تھا کہ جہانگیر دروازہ پر آیا۔ دیکھتا ہے تو ایک غریب بڑھیا سر پر پھٹی سی چادر اوڑھے زار و قطار رو رہی ہے۔ بادشاہ کا دروازہ پر پہونچنا تھا کہ بڑھیا کی طبیعت بگڑ گئی۔ روتی ہوئی آگے آئی اور کہنے لگی۔

"جہانگیر! بیگم کی صحبت نے رعیت کو دل سے بھلا دیا؟ ہم دو مان بیٹیاں تیرے راج مین مین اپنی عزت سنبھالے بیٹھے ہین۔ لیکن اب تیرا کوتوال ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے اور آج آدھی رات کو ہمارے ہان آنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جہانگیر خدا سے ڈر اگر ہماری عزت پر حرف آگیا تو خیر جان تو قربان کرین ہی گے مگر کل قیامت کے میدان مین تیرا گریبان ہوگا اور ہمارا ہاتھ۔ بادشاہ رعیت سے اتنا بے خبر نہ ہو کہ غریب بہو بیٹیون کی جان پر آبنے اور تجھے پروانہ ہو۔ ہم تیری سلطنت مین اس لئے آکر نہین بسے کہ تیرے امیر رئیس ہماری آبرو غارت کردین۔ اگر ہمارا حق تجھ پر ہے تو ہمین مدد دے۔ جہانگیر ظالم کوتوال سے ہماری عزت بچا ہمارا مرد گھر پر نہین ہے۔ رات کی رات اپنے شہر مین پڑ رہنے دے۔ صبح ہوتے ہی جدھر منہ اُٹھے گا چل کھڑے ہون گے اور پھر تیری حکومت مین آنے کا نام نہ لین گے"۔ اس وقت جہانگیر کی آنکھون مین دنیا اندھیر تھی۔ بڑھیا سے مکان کا پتا اور پورا حال سن کر کہا "اچھا تو جا"۔

بڑھیا مایوس ہوگئی اور نا اُمیدی کی حالت مین کہنے لگی۔ "بادشاہ مین اچھی طرح جانتی ہون کہ اب شراب ہوگی اور تو ہوگا۔ تجھ کو اتنا بھی یاد

نہ رہے گا کہ بڑھیا کیا فریاد لے کر آئی تھی۔ خیر مین جاتی ہون مگر اتنا یاد رکھیو کہ اب ہمارا اور تیرا فیصلہ اُس بادشاہ کے آگے ہوگا جو ہمارا اور تیرا دونون کا بادشاہ ہے"

بڑھیا اُدھر گئی اور جہانگیر اِدھر آیا۔ آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ تلوار ہاتھ مین لی۔ بڑھیا کے مکان پر پہونچا اور ایک درخت کے نیچے چھپ کر بیٹھ گیا۔

(۳)

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے۔ وہی ٹوٹا ہوا چھوٹی چھوٹی پست قد دیوارون کا گھر ہے اور دو مان بیٹیان جانماز پر بیٹھی ہوئی رو رو کر دعا مین مانگ رہی ہین۔ کوتوال شہر کا گھوڑا اس گھر کے قریب آکر ٹھہرا۔ اور کوتوال گھوڑے سے چھت پر چڑھا اور مکان مین داخل ہوگیا۔ سائیس گھوڑا ہٹانا چاہتا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور سائیس سے کہا گھوڑا وہین لگا دے سائیس نے پھر کر صورت دیکھی اور پوچھا "تو کون ہے؟" شخص نے جواب دیا "مین جہانگیر ہون"

سائیس سر پٹا کر الگ گرا اور جہانگیر گھوڑے پر چڑھ کر چھت پر آیا

اور گھر مین اُتر کر ایک کونے مین چھپ کر بیٹھ گیا،

بڑھیا "آہ! کمبخت جہانگیر۔ اس برتے پر تو بادشاہ بنا تھا کہ غریب عورت پر یہ کچھ گزرے اور تو محل مین پڑا آرام کرے؟"

کوتوال "بڑھیا اس رونے دھونے کو موقوف کر۔ جہانگیر یہان نہین بیٹھا جو تیری حمایت لے گا۔ اگر زیادہ چین چپڑ کرے گی تو دیکھ یہ تلوار چھ مہینے سے تیرے خون کی پیاسی ہے۔ دم بھر مین تیرا جھگڑا چکا دے گی"۔

اتنا کہہ کر اپنی جگہ سے اُٹھنا چاہتا تھا کہ یہ آواز اُس کے کان مین آئی۔

"او نمکحرام کوتوال! جہانگیر یہین بیٹھا ہے"۔

اس آواز مین خدا جانے کیا اثر تھا کہ کوتوال کے بدن مین رعشہ پڑ گیا۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔ دیکھا تو سر پر جہانگیر کھڑا ہوا ہے۔

جہانگیر "کوتوال! آدھی رات کا وقت ہے۔ خلق خدا بے خبر پڑی سوتی ہے اور ایک پاک ذات اپنے بندون کے کامون کو دیکھ رہی ہے۔ تیرا کام یہ تھا کہ مظلوم رعیت کی فریاد سنتا۔ رات کے سنسان وقت مین گشت لگاتا اور دیکھتا کہ کوئی کسی پر ظلم تو نہین کر رہا۔ اور کمبخت تو نے ایک غریب عورت کی عصمت پر نظر ڈالی۔ یہ ہماری بیٹیان ہین۔ اُٹھ اور اپنی سزا بھگت"۔

یہ کہہ کر جہانگیر نے کوتوال کی مشکلین کسین اور صبح کو سر راہ اس ظالم کی گردن اُڑوادی۔

یون تو خدا سب کا حافظ و ناصر ہے مگر خاص کر اُن پاکباز ستم رسیدہ بندون کی جن کے سر پر کوئی سرپرست نہو اور اُس پر بھروسا کیے بیٹھے ہون عجب حیرت انگیز طریقون سے مدد کرتا ہے ایسے بے کس اور بے بس مظلومین براہ راست اُس کی حمایت مین ہوتے ہین۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

؎ بترس از آہِ مظلومان کہ ہنگامِ دعا کردن ۞ اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

ماخوذ از عصمت دہلی بابت اپریل ۱۹۱۰ء
مرقومہ زاہدہ الخیریہ دہلوی

(۹) سراج الدولہ اور افسانۂ "بلیک ہول"

۱ تعلیم و تربیت۔ بد مزاجی۔ گھسیٹی بیگم۔ کشن بلبھ سنگھ کا قصد۔ مسٹر ڈریک کی مداخلت۔

۲ کلکتہ پر سراج الدولہ کا حملہ اور فتح۔ افسانۂ بلیک کے متعلق مبالغے۔

۳ اُس عہد کے کتب تواریخ سے اس افواہ کی تنقیح۔ سراج الدولہ کے

ایک افسر کا شریفانہ سلوک انگریزون کے ساتھ۔

۴۔ جو باتین فاتح و مفتوح مین کشیدگی پیدا کرین بھلا دینے کے لائق ہین

نواب علی وردی خان مہابت جنگ نے جو اولاد ذکور نہ رکھتے تھے اپنے نواسہ سراج الدولہ کو متبنےٰ کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ سراج الدولہ کس لاڈ پیار اور ناز و نعم مین پلا ہوگا۔ مگر اس کے یہ معنی نہین کہ زمانہ حال کے بعض ناواقف مصنفون کے قیاس کے مطابق وہ ضدی، ہٹی، گھمگھسا، کندہ ناتراشیدہ، جاہل مطلق تھا۔ مہابت جنگ کی ہیبت اور رعب تمام رعایا، سپاہ، امرائے دولت اور اہل خاندان پر کچھ ایسا غالب تھا کہ سراج الدولہ بھی باوجود لاڈ پیار کے اس سے مستثنےٰ نہ تھا۔ اس کی تعلیم مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا گیا تھا۔ اُس زمانہ مین جتنے علوم رائج تھے کسی سے بے بہرہ نہ تھا۔ فنون جنگ بھی اس کو اچھی طرح بتائے گئے تھے بہتیری لڑائیون مین اپنے نانا کے ساتھ میدان جنگ کی سختیان برداشت کر چکا تھا۔ مگر اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ اس کے مزاج مین خشونت بہت تھی۔ لیکن یہ خشونت کچھ فطری نہ تھی بلکہ خارجی اثرات اس کا باعث تھے۔ ایک تو یہ کہ جلوس کے زمانہ مین یہ نوزدہ سالہ کمسن نوجوان تھا مگر اس کی

تند مزاجی کا سب سے اہم سبب اس کی خالہ گھسیٹی بیگم تھی۔ اس کا شوہر مہابت جنگ کی عین حیات مین لاولد قضا کر گیا تھا۔ یہ خود لاولد تھی اس لیے سراج الدولہ کا اقتدار دیکھ دیکھ کر ہمیشہ انگارون پر لوٹا کی۔ محل سرا مین بیٹھی امرائے سلطنت سے ہمیشہ سازشین اور جوڑ توڑ کرتی رہتی۔ روز نت نئے فساد کھڑے کرتی اس کی عداوت نے سراج الدولہ کو کینہ کش اور سفاک بننے پر مجبور کیا۔ مہابت جنگ کی زندگی مین تو کسی کی چل بن نہ سکتی تھی۔ اس کے وفات پر ۱۷۵۶ء مین جب سراج الدولہ تخت فرمانروائی پر متمکن ہوا تو اس نے پہلا کام جو کیا اور سیاستہً جس کا حق بھی رکھتا تھا وہ یہ تھا کہ گھسیٹی بیگم کو نظر بند کر دیا اور جو جو اشخاص گھسیٹی بیگم کے کچھ بھی طرفدار سمجھے گئے وہ مختلف حیلون سے قتل یا برطرف کر دیے گئے۔ تاہم وہ امرا کو رشوتین بھیج بھیج کر ملانے کی کوشش سے باز نہ آئی۔ چنانچہ جب سراج الدولہ کو دیوان کشن بلبھ کی نسبت (جس کا باپ گھسیٹی بیگم کے شوہر کا نمک خوار تھا مگر یہ خود سراج الدولہ کی طرف سے ڈھاکہ کا حاکم مقرر ہوا تھا) گھسیٹی بیگم سے ساز باز رکھنے کی خبر ملی تو دارالحکومت (مرشد آباد) مین طلب کیا۔ چور کی ڈاڑھی مین تنکا۔ مجرد پیام طلبی ہی سن کر

کشن بلبھ کی روح خشک ہوگئی ۔ ڈھاکہ سے کلکتہ بھاگ گیا اور وہاں اپنے تئین انگریزون کے پناہ مین دے دیا۔ تجارتی کوٹھی کے افسر اعلیٰ مسٹر ڈریک نے اُسے اپنے امان مین لے لیا اور جب اُس کے پاس سراج الدولہ کا قاصد کشن بلبھ کے حوالہ کر دینے کا پیام لے کر پہونچا تو سخت جواب دے کر واپس کر دیا۔ اور یہی ہوئی بنائے مخاصمت ۔

بعض مصنفون نے جنگ کی وجہ محض یہ بیان کی ہے کہ سراج الدولہ نے انگریزون کو قلعۂ فورٹ ولیم کی شکستہ دیوارون کی مرمت یا نئی دیوارون کی تعمیر سے روکا تھا مگر انگریزون نے نہ مانا ۔ لیکن اس روایت کی تصدیق درایت سے نہین ہوتی ۔

بہرکیف سراج الدولہ کو اب تاب کہان باقی تھی ۔ ایک فوج لے کر کلکتہ پر چڑھ دوڑا اور فورٹ ولیم پر قبضہ کر لیا ۔ اس موقع پر کہا جاتا ہے کہ سراج الدولہ کے کسی افسر نے ۱۴۶ گرفتار شدہ انگریزون کو ایک اٹھارہ فیٹ مربع تنگ و تار کمرے مین جس مین کوئی دریچہ بھی نہ تھا ٹھونس کر بند کر دیا جہان وہ گھٹ گھٹ کر ہلاک ہوگئے ۔ لارڈ میکالے نے جس عبرت خیز پیرایہ مین اس افسانہ کی تصویر کھینچی ہے اُس کو پڑھ کر سخت سے سخت دل

متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتا۔ لارڈ کرزن نے نہایت تحقیقات کے ساتھ اُس مقام کی تعیئن کی جہان یہ (فرضی) واقعہ گزرا اور وہان ایک مینار بطور یادگار قائم کیا گیا۔

لیکن اُس زمانہ یا مابعد کی تواریخ مثلاً ملخص التواریخ، بحر مواج۔ تاریخ مظفری۔ تاریخ شہر آشوب، سیر المتاخرین کے اوراق اُلٹ جاؤ۔ سراج الدولہ کی کون سی بُرائی ہے جو تم ان مین پرجوش الفاظ مین نہ پاؤ گے۔ مگر بلیک ہول کا ذکر کہین بھی نہین ہے۔ ملخص التواریخ سرکار کمپنی کے دفتر سکرٹریٹ مین مرتب ہوئی اور مصنف جو سکریٹ آفس مین ملازم تھا دیباچہ مین لکھتا ہے کہ اُس نے یہ کتاب مسٹر آنڈر واسٹرلنگ کے ملاحظہ مین جو دارالانشاء کے سکریٹری اور کمیٹی متعلق مدارس و ترویج علوم فنون کے ممبر تھے پیش کی اور صاحب ممدوح نے اسے پسند فرمایا۔ اس لیے اس کے مستند ہونے مین کوئی شک شک نہین ہو سکتا۔ خصوصًا اُن بیانات کی بابت جو خاص انگریزون سے متعلق ہون۔ اس کتاب مین بھی سراج الدولہ کے حملۂ فورٹ ولیم اور تمام احوال پوست کندہ بیان کیے ہین مگر افواہ بلیک ہول کی بو نہین۔

افسوس ہے کہ جن انشا پردازون نے سراج الدولہ کے ایک افسر کی

کی اس بے رحمی (واقعی یا غیر واقعی) کے بیان مین زور طبع دکھایا ہے اُن کی نظر سراج الدولہ کے دوسرے افسر کے اس احسان اور عالی ظرفی پر نہین پڑی جس پر تمام مورخین متفق ہین کہ جو انگریز خاتونین غنیمت مین ہاتھ آئین تھین اُنھین کمال دیانت و امانت کو راہ دے کر احترام کے ساتھ مسٹر ڈریک کے جہاز پر جو لشکرگاہ سے بارہ میل پر لنگرزن تھا پہونچا دیا۔ ان کے اعزہ نے منت پذیر ہوکر جب اس احسان کا صلہ دینا چاہا تو غیور طبع افسر نے یہ کہکر قبول کرنے سے انکار کیا کہ مین نے یہ کاروائی صلہ کی امید پر نہین کی بلکہ فرضِ انسانی بجالایا ہون"

بالفرض افواہ بلیک ہول[۱] صحیح بھی ہو تو ایسی باتون کی یاد تازہ رکھنا جو فاتح اور مفتوح مین سے کسی ایک کے جذبہ کو کسی دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرے سراسر دانشمندی اور مصالح ملکی خلاف ہے۔ اس قسم کے واقعات یا دہ واقعات جو ہندو مسلمان کے دوستانہ تعلقات مین پیچیدگی پیدا کرین ہمین نسیاً منسیاً کردینا چاہیئے۔ نہ کہ مینارے کھڑے کرکے اور دردانگیز کتابے نصب کرکے قوم کی قوم کی دایمی برانگیختگی کا مستقل سامان تیار کرین۔

۱؎ مزید واقفیت کے لئے دیکھو مضمون حسرت شروانی مندرجہ مخزن جولائی ۱۹۰۵ء اور مضمون راقم مندرجہ عصمت دہلی بابت اکتوبر ۱۹۱۱ء

(۱۰) شیر شاہ

نمبر ۱ سنہ مین پیدا ہوا۔ خاندان محمد سور اولاد سلاطین غوریہ کی طرف منسوب ہی۔

نمبر ۲ جونپور مین اعلی تعلیم حاصل کی۔ علمی مذاق رکھتا تھا۔ تلوار کا دھنی تھا۔

نمبر ۳ ملازمتین۔ حاکم بنگالہ سے جنگ۔ بہار کا تسلط۔ بنگال کا اقتدار۔ قلعہ چنار گڑھ کا قبضہ۔ رہتاس گڑھ کی تسخیر۔ گوڑ کی فتح۔ ہمایون سے لڑائیان ہمایون کی شکستین اور فرار۔ شیر شاہ کی آگرہ مین تخت نشینی۔ قلعہ رہتاس کی تعمیر مالوہ اور مارواڑ کی فتح۔ کالنجر کا محاصرہ اور وفات۔

نمبر ۴ کارنامے۔ شہرون کی تعمیر۔ سڑکین۔ مساجد۔ سرائے۔ گھوڑون کی ڈاک نظام دیوانی۔ عدل۔ امن۔

شیر شاہ جس کا اصلی نام **فرید خان** تھا سنہ ۱۴۷۲ء مین سہسرام مین پیدا ہوا۔ اس خاندان "سوری" کے لقب سے مشہور ہی جو افغانون کا ایک ممتاز قبیلہ گنا جاتا تھا۔ اور محمد سور اولاد سلاطین غوریہ کی طرف منسوب ہی۔ فرید خان کے آبا و اجداد دربارون مین ہمیشہ اعلیٰ عہدون پر سرفراز رہے۔ اس کا باپ حسن خان سور ی پانصد سواری کا عہدہ رکھتا تھا اور سہسرام کی

تولیت بھی اس کے سپرد تھی جسن خدمات کے صلے مین رہتاس گڑھ
سہسرام کے علاقون مین جاگیرین پائی تھین۔

بچپن ہی سے فرید خان کے اطوار سے عظمت و سعادت کے آثار ظاہر تھے۔ باپ کو اس کی تعلیم کی طرف کچھ توجہ نہ تھی۔ جب یہ سن تمیز کو پہونچا تو شوقِ تحصیل مین جونپور چلا گیا جہان اس نے فارسی و عربی کی تکمیل کی اور شاعری و تواریخ مین مہارت تامہ حاصل کی۔

فرید خان نے پہلے دولت خان لودی کے یہان جو ابراہیم لودی کے امرائے عظام سے تھا نوکری کی۔ اسی نے ایک شیر سے دلیرانہ مقابلہ کرکے مغلوب کرنے پر اسے **شیر خان** کا خطاب دیا۔ ۱۵۲۸ء مین یہ بابر کی ملازمت مین داخل ہوا جہان اُس نے یہ تماشا دیکھ کر غیرت حاصل کی کہ بادشاہ سلامت اپنے عیش و عشرت مین ملک کا کماحقہ انتظام نہین کرتے۔ معاملات سلطنت کو آپ دیکھنا، تحقیقات امور مین آپ جانا چھوٹی باتین سمجھی جاتی ہین مستحقین کی دادرسی اور عدل و انصاف کی طرف توجہ نہین کی جاتی۔ تمام سلطنت وزراء اور امرا کے ہاتھون مین چھوڑ دی گئی ہے۔ وہ جو چاہین کرین۔

شیر خان نے کسی خطرے سے آگاہ ہوکر بابر کی ملازمت چھوڑ دی اور

جلال شاہ گورنر بہار کی ملازمت کرلی۔ جلال شاہ ابھی نابالغ تھا اس لیے اُس کی ماں نے ملک کا نظم ونسق اپنے ہاتھ مین لے لیا اور تمام سیاہ وسفید کی مختار ہوئی۔ اس لیے جوہر شناس عورت نے شیر خان کی لیاقتین دیکھ کر اُسے اپنا مشیر بنالیا۔ شیر خان نے اپنے کارہائے نمایان سے سلطنت مین بڑا اقتدار پیدا کیا۔ جلال شاہ احمق تو تھا ہی ماں کے مرنے پر جب ذی اختیار ہوا تو نالایقون کے بھرون مین آکر شیر خان کا دشمن ہوگیا۔ دلون پر شیر کی معمولی ہیبت نہ تھی۔ جلال شاہ شیر خان جیسے رکن رکین سلطنت سے بآسانی عہدہ پر آنہ ہوسکتا تھا۔ احمقانہ چالون سے خود اپنا بگاڑ کر اُسے پھانسنا چاہا۔ قدرت کے کرشمے دیکھو۔ یہی عداوت اُس کے حق مین نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئی، جس نے اس کے لیے ملک کی راہین کھول دین۔ حاکم بنگالہ سے لڑوا تو دیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ شیر خان نے اُس کی فوج کو شکست دے کر سارے بہار کی مستقل حکومت حاصل کرلی۔ پھر بی بی فتح ملکہ سے جو چنار گڑھ کی مالکہ تھی اور کثیر دولت رکھتی تھی نکاح کرکے اپنی قوت اور بڑھالی۔ بنگالہ پر بھی اقتدار حاصل کیا۔

ہمایون کے سر مین جب ملک گیری کا سودا سمایا تو جونپور وغیرہ فتح

کرتا ہوا چنار گڑھ پہونچا اور قلعہ پر قبضہ کرلیا جسے شیر خان چالاکی سے پہلے ہی خالی کرکے چل دیا تھا۔ اس عرصہ مین شیر خان نے گوڑ دارالسلطنت بنگالہ کو فتح کرلیا اور اس کی ساری دولت وخزانہ لے دے کر ہتاس گڑھ ٹھیک اُس وقت پہونچا اور فتح کیا جب ہمایون چنار کا محاصرہ کیے پڑا تھا۔ آخر ہمایون جب گوڑ پہونچا تو اُسے خزانہ سے خالی پاکر مایوس ہوگیا کھسیانا ہوکر شیر خان کے تمام سپاہیون کو جو وہان موجود تھے قتل کردیا اور تین مہینے وہین عیش وعشرت مین منہمک رہا۔ حکم تھا کہ کوئی شخص جو بُری خبر لایا ہو آنے نہ پائے۔

شیر خان نے یہ خبر سُن کر موقع سے فائدہ اُٹھایا۔ چنار کو پھر فتح کرلیا۔ اس کے بعد بنارس، جونپور، قنوج کو بھی فتح کیا۔ اور قنوج سے بنگالہ تک فوجین تعینات کرکے ہمایون کے لیئے آگرہ کی راہ مسدود کردی اور رسد کا سلسلہ بھی منقطع کردیا۔

پہلی جنگ ۱۵۳۹ء ہمایون جب گوڑ سے اُٹھکر آگرہ کی طرف چلا تو راہ مین مونگیر مین شیر شاہ کے آدمیون نے اُس پر شبخون مار کر شکست فاش دی۔

دوسری جنگ ۱۵۳۹ء جب تک ہمایون بکسر پہونچے، شیر خان نے

ایک ایک دن مین پینتیس ۳۵ پینتیس ۳۵ میل کی منزل مار کر اُسے جالیا۔ جنگ کی ٹھن گئی۔ فریقین نے اپنے اپنے گرد خندق کھدوا کر حصار بنایا۔ مگر شیر شاہ نے رات کو اپنا خیمہ جون کا توں چھوڑ کر چپچاپ ہمایون کے لشکر پر عقب سے حملہ آور ہوا۔ ہمایون کے لشکر نے سامنے شیر خان کا خیمہ علی حالہ پاکر اور پیچھے یہ بلا نازل ہوتے دیکھ کر خود کو دونون جانب سے محصور سمجھ لیا اور نہایت بدحواسی سے پراگندہ ہوگئی۔ ہمایون نے گھوڑا دریا مین ڈال دیا مگر ایک سقّے نے ہوا سے بھری ہوئی مشک پر بٹھا کر ڈوبنے سے بچایا۔ اس جنگ کے بعد شیر خان پورے بنگالہ پر قابض ہوگیا۔ اور **شیر شاہ** کا لقب اختیار کیا۔

تیسری جنگ سنہ ۱۵۴۰ء ہمایون کسی کسی طرح آگرہ پہونچا۔ اور نو ماہ آرام کرنے کے بعد ایک لاکھ فوج لیکر بہار کی طرف بڑھا۔ ادھر سے شیر شاہ بھی پچاس ہزار فوج کے ساتھ چلا۔ قنوج کے قریب مڈبھیر ہوئی جہان ہمایون کو تیسری شکست ہوئی۔ اس بار ایسا پراگندہ ہوکر بھاگا کہ مع اہل و عیال افغانستان مین جاکر دم لیا۔

اب سنہ ۱۵۴۰ء مین شیر شاہ نے آگرہ پہونچکر ہندوستان کی عنان حکومت

ہاتھ مین لی۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے پہلا کام یہ کیا کہ کابل کے سمت کے حملون کی طرف سے اطمینان کرنے کے لیے دریاے جہلم پر ایک قلعہ بنام رہتاس تعمیر کیا۔ اسی سال مالوہ فتح کیا اور قلعہ رائے سین پر قابض ہوا۔ دوسرے سال مارواڑ پر حملہ آور ہوا اور سخت خطرناک جنگ کے بعد اُسے لے لیا۔ اُسی سال کالنجر کے قلعہ کی تسخیر کے موقع پر اس کے توپ خانہ مین آگ لگ گئی جس نے اسے جھلس دیا۔ ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء کو ۷۲ برس کی عمر مین وفات پائی۔ نعش سہسرام مین پہونچائی گئی جہان شاہانہ احتشام سے دفن ہوئی۔ شیر شاہ کا روضہ سہسرام کی مشہور اور بہترین عمارت گنی جاتی ہے۔

شیر شاہ نے اپنے پنجسالہ دور حکومت مین جو کچھ کیا اکبر اعظم نے اپنی پچاس برس کی حکومت مین بھی شاید اس سے زیادہ نہ کیا ہوگا۔ شیر گڈھ، رسول پور، فیروز آباد، تین شہر بسائے۔ دو پختہ سڑکین نکلوائین۔ ایک آگرہ سے ماندو (علاقہ مدراس) تک نو سو ۹۰۰ میل کی۔ دوسری قلعہ رہتاس (پنجاب) سے سُنارگاؤن (بنگالہ) تک تین ہزار ۳۰۰۰ میل کی۔ ان پر دو رویہ اشجار مثمرہ لگائے۔ میل و فرسخ کے پتھر اور چبوترے نصب کرائے جو خاص اس کی ایجادین

تھین۔ ہر دو دو کوس پر ہندو مسلمان کے لیے علیحدہ علیحدہ سرائین تعمیر کرائین جہان ہندو مسلمان کل مسافرون کو شاہی خزانہ سے خوراک ملتی تھی۔ ہر سرا مین دو دو گھوڑے رکھ کر ڈاک کا مستقل سلسلہ قائم کیا جس کی بدولت بنگالہ سے پنجاب تک کی روزانہ خبرین دو تین روز مین مل جایا کرتین۔ یہ بھی اُسی کی ایجاد خاص ہی۔ ہر سرا مین ایک ایک پختہ کنوا اور مسجد بھی بنوائی اُن مین امام موذن اور قاری مقرر کیے جن کو شاہی خزانہ سے وظیفہ ملتا۔ اِن کے علاوہ مختلف شہرون مین سرائین اور مسجدین تعمیر کرائین۔ جا بجا مدرسے اور شفاخانے کھولے ؎ حالی

کیا جا کے آباد ہر ملک ویران ✤ مہیا کیے سب کے راحت کے سامان
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیابان ✤ اُنھین کر دیا رشکِ صحنِ گلستان
بہار اب جو دنیا مین آئی ہوئی ہی ✤ یہ سب پود اُنھین کی لگائی ہوئی ہی
یہ ہموار سڑکین۔ یہ راہین مصفا ✤ دو طرفہ برابر درختون کا سایا
نشان جا بجا میل و فرسنگ کے برپا ✤ سرِ رہ کنوئین اور سرائین مہیا
اُنھین کے ہین سب نے یہ جیب اتارے ✤ اُسی قافلے کے نشان ہین یہ سارے

قانونِ دیوانی اسی نے مرتب کیے۔ عہد اکبری نے نظام مالگزاری کی اصلاح

اصلاحات محاصل و مالگزاری کے لیے بڑی شہرت حاصل کی جو سراسر راجہ ٹوڈرمل کی قابلیتوں کا نتیجہ تھا۔ مگر خود راجہ ٹوڈرمل ہمارے مردم شناس ہیرو کا ملازم اور ساختہ و پرداختہ تھا۔ شیر شاہ ہی کے عہد میں ملک کی پیمایش اور محاصل کا بندوبست شروع کرنے کو تھا کہ شیر شاہ کی ناگہانی موت نے یہ تجویز پوری نہ ہونے دی اور یہ فخر عہد اکبری کو نصیب ہوا تاہم ایجاد کا سہرا ہمارے ہیرو ہی کے سر رہا و الفضل للبادی۔

عدل و انصاف میں ہندوستان کا ایک بادشاہ اُس کی ٹکر کو نہیں پہونچا وہ چھوٹے سے چھوٹے جھگڑوں میں بھی خود ہی بنفس نفیس تحقیقات کر کے نہایت جانفشانی کے ساتھ مناسب فیصلہ کرتا۔ اُس نے کبھی مذہبی تعصب کو راہ نہ دیا اُس کے دربار میں ہندو اراکین و امرائے سلطنت کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ہندو مسلمان کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ ایک بقال کے مقابلہ میں اپنے بیٹے تک کو واجب سزا دینے سے باز نہ آیا۔ امن کی یہ کیفیت تھی کہ اس کے عہد حکومت میں نام کو بھی چوری یا ڈاکہ کی واردات نہیں ہوئی۔ الغرض اُس کی زندگی اُس کی اخلاقی قوت، تدبّر اور دلیری کی زندہ مثال ہے جس نے اُسے ایک معمولی جاگیر بچہ سے ہندوستان کا نام آور شاہنشاہ بنا دیا۔[1]

---

[1] مزید واقفیت کے لیے دیکھو "شیر شاہ" مولفہ مولوی عبد الغفور دانا پوری ۱۲

توضیحیہ مضامین

توضیحیہ مضامین کا منشا یہ ہو کہ جس شے کی توضیح کی جائے اُس کی ہو بہو تصویر ناظر کے پیش نظر کر دی جائے۔ اس کی صورت یہ ہو کہ صراحتین علی التسلسل یکے بعد دیگرے اس ترتیب اور انتظام سے مذکور ہون کہ تصویر مکمل بن جائے۔

جیسا کہ اوپر تعریف مین بیان کیا جا چکا ہو توضیحیہ مضامین تمام موجودات عالم، حیوانات، نباتات، جمادات، بلاد، سواحل، ہر قسم کے عمارات مینارے، عبادت گاہ، عجائب خانے، پل، ممالک، جزائر، دریا، سمندر، نہر، مناظر، حوادث قدرت، انسانی مصنوعات پر لکھے جا سکتے ہین۔ پس کلیہ قائم کرنے کے لیے یہ تمام اجزا چار قسمون پر تقسیم کیے جاتے ہین جو تمام اقسام کے توضیحیہ مضامین کو محیط ہین۔ ان چارون اقسام کے لیے علیحدہ علیحدہ ڈھانچے قرار دیے جاتے ہین۔ جب تم کسی عنوان پر توضیحیہ مضمون لکھنا چاہو تو پہلے دیکھ لو کہ تمھارا عنوان ذیل کے اقسام مین سے کس قسم سے تعلق رکھتا ہو۔ پھر اُس کے خاکے کو پڑھ کر اُسی کے مطابق مضمون لکھو۔

(۱) خاکہ مضامین متعلق حیوانات، نباتات، جمادات

۱۔ نام۔ نوع۔ خاندان۔ وطن۔
۲۔ خاصیت (شباہت، اطوار یا اقسام)
۳۔ دستیابی کی صورت۔
۴۔ انسان یا دنیا سے تعلق (فائدہ، دلکشی، نقصان وغیرہ)

(ب) خاکہ مضامین متعلق بلاد، سواحل، عمارات، مناظر قدرت وغیرہ

۱۔ نام و موقع۔
۲۔ مختصر تاریخ۔
۳۔ خصوصیات (آب و ہوا، زمین، آبادی، جسامت، بناوٹ وغیرہ)
۴۔ سودمندی یا شہرت غرض و مصرف۔

(ج) خاکہ مضامین متعلق مصنوعاتِ انسانی

۱۔ نام۔ قسم۔ اصل (جس شے سے بنا ہو)
۲۔ خواص یا شکل۔
۳۔ طریق عمل صناعی۔
۴۔ مصرف۔

(د) خاکہ مضامین متعلق حوادث[1] یا مظاہر قدرت

۱۔ وجہِ وقوع۔

۲۔ اقسام

۳۔ صورتِ وقوع

۴۔ چند مشہور واردا تون کا ذکر مجملاً۔

---

[1] حوادثِ قدرت سے وہ وارداتین مراد ہین جو قدرت کی طرف سے بے شان وگمان وقوع پذیر ہوا کرتی ہین جیسے سیلاب۔ جوالامکھی۔ بجلی کا گرنا۔ زلزلہ وغیرہ۔ مظاہرِ قدرت سے مراد ہین وہ عام واقعات جو ہر طبق قانون قدرت معمولاً ظہور پذیر ہوتے ہین جیسے۔ ہوا چلنا۔ بارش۔ آندھی۔ گھٹا چھانا۔ بجلی چمکنا۔

(۱۱) بندر

۱۔ چوپایہ اور دوپایہ کے درمیان مین ہی۔ بندر، بن مانس، لنگور مشہور اقسام ہین۔ ہندوستان، سیلون، بورنیو، سماترا، افریقہ، امریکہ گرم ممالک مین پائے جاتے ہین۔

۲۔ (ا) چہرہ کف دست کف پا انسان سے مشابہت رکھتے ہین لنگور کا چہرہ سیاہ ہوتا ہی۔ بڑے چالاک اور شریر ہوتے ہین۔ چند مثالین۔

(ب) ڈارون کے عقیدہ کی تنقیح۔ بندر اور انسان کے جسمانی ساخت کا مقابلہ

۳۔ لالچ دیکر پھانسے جاتے ہین۔ بندر کی مٹھی۔

۴۔ تفریح طبع کا مصرف دیتے ہین۔ مداریون کا ذریعہ معاش۔

حیوانات مین بندر ایک عجیب مخلوق ہی جو چوپایہ اور دوپایہ کے بین بین ہے۔ چوپایہ اس لیے کہ چار پاؤن پر چلتا ہی اور دوپایہ اس لیے کہ انسان کی طرح اپنے دو پاؤن سے ہاتھ کے سے مصرف لیتا ہی۔ دنیا مین بندرون کے اقسام تو بہت ہین مگر ہندوستان مین تین ہی قسم کے ہوتے ہین چھوٹے بندر، بن مانس، لنگور۔ اور یہی تین مشہور عام قسمین ہین۔ یہ گرم ممالک مین پائے جاتے ہین چنانچہ ہندوستان

سیلون، بورنیو، سماترا، افریقہ، امریکہ، مین ان کی کثرت ہی۔
اِن کا چہرہ، کف دست، کف پا، انسان سے بہت مشابہ ہوتے ہین۔
چہرے کا رنگ بھل سرخ ہوتا ہی۔ باقی جسم پر زرد بال ہوتے ہین۔ لنگور کا
چہرہ اور دم سیاہ ہوتی ہی باقی جسم جو بالون ڈھکا ہوتا ہی سفید ہوتا ہے
یہ بڑے چالاک، نقال اور شریر ہوتے ہین۔ جنوبی امریکہ کا ایک سیّاح
کسی جنگل کے قریب سمندر کے ساحل پر ٹوپی پہنے ہوئے سوگیا۔ ٹوپیون
کی ایک گٹھری پاس پڑی تھی۔ مسافر جب جاگا تو ٹوپیان غائب پائین
ادھر اودھر نظر دوڑائی تو بندرون کے سرون پر تھین۔ مسافر نے حصول
کی یہ تدبیر کی کہ اپنے سر سے ٹوپی اُتار کر سامنے ڈال دی۔ اُن نقالون نے
بھی ایسا ہی کیا اور ٹوپیان پھر ہاتھ آگئین۔
یہ جنگلون مین جھنڈ کے جھنڈ ساتھ نکلتے ہین۔ ایک بوڑھا بندر
سردار کی حیثیت سے آگے آگے ہوتا ہی۔ اِن مین اس قدر اتفاق ہوتا ہی
کہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو ایک چیخ مین سارے جنگل کے بندر اکٹھا
ہوکر دشمن پر حملہ کر بیٹھتے ہین۔ یون ہاتھی اور شیر کو بھی سامنے سے
بھگا دیتے ہین۔

یہ اپنے اتحاد اور چالاکیون سے عجیب عجیب کام لیتے ہین۔ ایک بار کسی جنگل مین بندرون نے ایک ندی عبور کرنا چاہا۔ پہلے ندی کے کنارے کنارے دور تک چند تجربہ کار کہنہ سال بندر ٹہلا کئے۔ آخر ایک ایسی جگہ تاک کر نکالی جہان ندی کے دونون طرف آمنے سامنے درخت تھے۔ اور ندی کے اُس پار کے درخت کی شاخین ندی کے اوپر تک بڑھ آئی تھین۔ اس لیے وہ درخت اس کنارے کے درخت سے بہت قریب تھا۔ اب بندر درخت پر چڑھے ایک نے ایک شاخ مین رسی کی طرح اپنی دم لپیٹ لی اور دھڑ نیچے کی طرف لٹکا دیا۔ اور دوسرے کی دم مضبوط پکڑ لی۔ دوسرے نے تیسرے کی دم۔ تیسرے نے چوتھے کی۔ علیٰ ہذا القیاس بندرون کا سلسلہ جب زمین کے قریب قریب پہونچ گیا تو یہ جھولنے لگے۔ پینگین بڑھتے بڑھتے ندی کے اُس پار والے درخت کی شاخون تک پہونچنے لگین۔ جھٹ آخر والے بندر نے شاخ تھام لی۔ اب اس کنارہ سے اُس کنارہ تک بندرون کا ایک پل بندھ گیا جس سے باقی تمام بندر عبور کر گئے۔ آخر اس سرے والے پہلے بندر نے اپنی دم کھول دی اور معًا یہ سلسلہ اس کنارہ سے اُس کنارہ پر پہونچ گیا۔

بندرون کی چالاکیوں اور صوری تشابہ ہی سے دھوکا کھا کر ڈاروِن نے ارتقار کا مسئلہ اخذ کیا۔ چنانچہ انسان کو انھین بندرون کی ارتقائی حالت قرار دیا۔ مگر ماہرین علم حیوانات نے انسان اور بندر کا طبعی اور دماغی اعتبار سے مقابلہ کر کے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ بندر کے بے انداز وسیع نوکدار دانتون والے اُبھرے ہوے سخت جبڑے جن مین مضبوط نسین لگی ہین۔ صرف خوراک پہونچانے کا آلہ اور حملہ کرنے اور بچلنے کا ہتھیار ہین مگر انسان کے جبڑے اور دانت اس قسم کے واقع ہوئے ہین جن سے محض جان کی حفاظت ہو سکے کیونکہ خوراک بہم پہونچانے اور ہتھیار کا کام یہ ہاتھون سے لیتے ہی ہین۔ انسان کے کاسہ سر کی ساخت اور عرض وطول بندر سے مختلف ہی۔ انسان کا سر دماغ کے اندرونی کامون کی ایک نازک اور سریع مشین ہی۔ بندر کے بے ڈول اُبھرے ہوئے سر مین دماغ کی جگہ قدرتاً بہت تنگ واقع ہی۔ دوسرا فرق یہ ہی کہ بندرون سے جو کچھ چالاکیان ظہور مین آتی ہین وہ ان کے طبعی جذبات کا مقتضا ہی نہ کہ عقل کا۔ طبعی جذبات مین ترقی نہین ہو سکتی۔ بندر اپنی مقررہ چالاکیون سے زیادہ چالاکی کی تعلیم و تربیت سے حاصل نہین کر سکتے۔ انھین صرف

اتنی سمجھ ہی کہ مسافر کی بچی بچائی جنگاری کے قریب بیٹھ کر خوش خوش تاپین مگر یہ نہین کرسکتے کہ اُس کے بجھ جانے پر نئی آگ پیدا کرین۔ لندن کے زولوجیکل سوسائٹی کے بندرون مین حضرت آدم کے عہد کے بندرون سے کچھ بھی زیادہ شایستگی نہین آئی۔ بخلاف انسان کے جو عقل رکھتا ہو عقل کا مقتضا یہ ہو کہ خارجی حالات کے تغیر کے ساتھ اُس کے عادات و افعال متغیر ہو جائین اور تعلیم و تربیت کی زیادتی و کمی سے متاثر ہو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ایک ہی شخص منطقہ حارّہ کے تپتے ہوے ریگستان پر بھی زندگی بسر کرسکتا ہو اور منطقہ بارده کی ٹھٹھرا دینے والی سردی کا بھی مقابلہ کرلے سکتا ہو۔ تیسرا فرق زبان کا ہو۔ ماہرین علم حیوانات نے اس وقت تک جو تحقیقین کی ہین اُن سے ظاہر ہو کہ سوا انسان کے کوئی حیوان زبان نہین رکھتا۔ صرف چند آوازون سے چند محدود اور مقررہ جذبات کا اظہار کرلیتے ہین مگر تبادلۂ خیال ہماری طرح نہین کرسکتے۔

بندر کئی طرح پھانسے جاتے ہین۔ اُن مین ایک دلچسپ طریقہ یہ ہو کہ کسی تنگ منہ کی کلھیے مین چنار رکھکر اُسے زمین مین مضبوط گاڑ دیتے ہین بندر آکر اُس مین ہاتھ ڈالتا ہو اور چنا مٹھی مین لے کر نکالنا چاہتا ہے مگر

مٹھی بندھا ہوا ہاتھ تنگ کلھیا سے نکل نہیں سکتا۔ یہاں اس کی چالاکی کام نہیں کرتی۔ بندر کی مٹھی مشہور ہے۔ بندھی تو بندھی۔ آخر لوگ پکڑ لیتے ہیں۔

بندر کے کھیل تماشے نقالی شرارتیں ایسی دلچسپ ہوتی ہیں کہ لوگ ان کی سیر کے لیئے انھیں پالتے ہیں۔ مجرد ان بزرگوار کی ہیئت کذائی۔ ان کا پلک مارنا ہی خندہ زا ہوتا ہے۔ یہ بہت جلد سدھ جاتے ہیں۔ مداری ان کو چند دلچسپ حرکات سکھا کر تماشے دکھاتے اور روٹی کماتے ہیں۔

(۱۲) ریشم کا کیڑا

۱ اس نوع کے کیڑوں میں ہے، جو تتلیوں کے انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اصلی وطن چین ہے۔ متوسط درجہ کے گرم ممالک میں نشو و نما پاتے ہیں۔

۲ تتلیاں۔ انڈے دینا۔ بچے۔ کیڑے۔ خوراک۔ جالا لگانا کویا۔ تتلی بن کر نکلنا۔ ریشم کا کویا حاصل کرنے کا طریق۔

۳ سلسلۂ تخم کے لیے کچھ کوے بچا رکھے جاتے ہیں۔

۴ بہترین صنعت اور زرخیز تجارت میں داخل ہے۔ چین میں اس کی قدر و منزلت۔

ریشم کا کیڑا اُس قسم کا پلو ہے جو سفید سفید تتلیون کے انڈے سے پیدا ہوتا ہی۔ اس مین یہ چین کا پاشندہ ہی جہان سے پہلے ہندوستان مین لآیا گیا۔ اس کے بعد ریشم کی تجارت کرنے والے اسے، روم، یونان اٹلی، اسپین اور فرانس وغیرہ مین لے گیے۔ اوسط درجہ کی حرارت مین یہ خوب نشو ونما پاتا ہی۔ یورپ کی سخت سردی اور ہندوستان کی کڑی گرمی اس کی صحت کو خراب کرتی ہی۔ یہان کی آب و ہوا مین اس کی عمدہ قسم ترقی نہین کر سکتی۔

ہر ایک تتلی تخمیناً دو سو انڈے دیتی ہی اور اُن کو اپنے پرون سے چھپا کر سینے بیٹھتی ہے۔ دوسرے یا تیسرے روز ان انڈون سے چھوٹے چھوٹے کالے رنگ کے پلّو پیدا ہوتے ہین۔ ہر ایک پلّو کے سولہ سو پاؤن اور چودہ چودہ آنکھین ہوتی ہین۔ انڈے سے نکلتے ہی یہ پلو اندھا دُھن نرم پتیون کو کھانا شروع کرتے ہین اور جلد جلد بڑھتے جاتے ہین۔ جوان ہونے تک ان کے بدن کی کھال چار مرتبہ گرتی ہی۔ پہلی کھال چھٹے روز، دوسری دسوین روز، تیسری پندرہوین روز اور چوتھی تیسوین روز سانپ کی کچلی کی طرح گر جاتی ہی۔ جب آخری کھال کے گرنے کا

زمانہ آتا ہی تو دس روز تک اس پلو کے کھانے کی کوئی انتہا نہین رہتی۔ دن رات بے ٹھکانے کھائے چلا جاتا ہی، اس کے بعد اس کی بھوک مرجاتی ہے اور اس کا بڑھنا موقوف ہوتاہے۔ اتنے زمانے مین پلو اچھا خاصہ بڑھکر تین انچ لمبا ہوجاتا ہی۔

جن پتون کو کھاکر یہ پلو پرورش پاتا ہی وہ شہتوت یا ارنڈ کا پتا ہی۔ ان پلوؤن کے کھانے کی مقدار کو سُن کر ایک اچنبھا ہوتا ہی۔ جون جون یہ پلو بڑھتا ہی اس کی بھوک بلا کی تیز ہوتی جاتی ہی۔ اول اول ایام مین جو زمانہ اس کی پہلی کھال کے گرنے کا ہوتا ہی ۳ سیر۔ دوسرے ایام مین ۹ سیر۔ تیسرے ایام مین ۳۰ سیر۔ چوتھے مین ۹۰ سیر اور آخر مین ۵۴۹ سیر غرض بچپن سے جوان ہونے تک جو ایک مہینہ سے زیادہ مدت نہین ہوتی ایک ایک پلو ۶۸۱ سیر شہتوت یا ارنڈ کی نرم پتیان چکھ جاتا ہی۔

جب کھاپی کر سیر ہو جاتے ہین تو موٹے موٹے پھولے ہوئے پلوؤن مین بے چینی پیدا ہوتی ہی۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا وہ اپنے لیئے کوئی گوشۂ عافیت ڈھونڈھتے ہین۔ پالنے والے تاک مین رہتے ہین اور جلد چلتے ہین اُس کو پورا کردیتے ہین۔ پلو مطمئن ہوکر ریشم کا تنے کی تیاری کرتا ہی۔

کچّے ریشم کی گیند جس کو کیڑا اپنے بدن کے چاروں طرف کات کات کر بناتا ہی بیضاوی شکل کی ہوتی ہی۔ اندر عمدہ باریک تاگا رہتا ہی جس کو کیڑا چاروں طرف لپیٹ لپیٹ کر کاتتا جاتا ہی۔ کپڑے کے نچلے جڑوں مین دو جھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہین جن سے وہ مکڑیون کی طرح لگاتار چمکدار سوت نکالتا جاتا ہی۔

پلو جب اپنے کل ریشم کو کات چکتا ہی تو اُسکے اوپر کی کھال گر پڑتی ہی اُس کی شکل بدل جاتی ہی اور دو تین ہفتہ مین پلّو سے ایک خوشنما تتلی بن جاتا ہی۔ اس زمانہ مین وہ اپنے کوے مین بند غش مین پڑا رہتا ہے۔ ایک عرصہ کے بعد جب پلو فطرت کے حیرت انگیز کرشمون سے پوری تتلی بن جاتا ہی تو اُس کو ہوش آتا ہی۔ اس وقت اگر موقع دیا جاے تو تتلی اپنے قدرتی چمکیلے لباس مین اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا، وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ کا نغمہ بلند کرتی ہوئی باہر نکلتی ہے۔ تھوڑے روز تک ہوا مین خوش خوش اُڑتی پھرتی ہی۔ انڈے دیتی ہی اور مرجاتی ہی۔ لیکن غریب کیڑون کو اس مزے دار زندگی کے لطف اٹھانے کا موقع بہت کم دیا جاتا ہی۔ جب کویا پورا ہو جاتا ہی تو ریشم کی کھیتی کرنے والے

اُس کو گرم کھولتے پانی مین ڈال دیتے ہین جس کی وجہ سے تتلی بننے والے پلو کوے مین بند کے بند مر کر رہ جاتے ہین اور اُن کی سنہری ریشم کی کارگاہ آخر کو اُن کی قبر بن جاتی ہے۔ اگر کیڑے اس طرح مارنہ ڈالے جائین تو یہ اپنے لعاب دہن سے ریشم کو خراب کر دین اور کوے مین سوراخ کر کے باہر نکل آئین۔

تخم کے لیے کچھ کوے بچا رکھے جاتے ہین جن مین سے تتلیان نکل کر انڈے دیتی ہین اور یون ان کے تناسل کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے۔

آج کل ان حیرت انگیز کیڑون کا پالنا اور ان سے قیمتی ریشم کا حاصل کرنا بہترین صنعت اور زرخیز تجارت مین داخل ہے۔ چین مین یہ ہمیشہ سے ایک بڑی دولت سمجھا گیا ہے۔ چینی مائین ان کیڑون کے کوے حسب حیثیت زیادہ یا کم بطور زر نقد یا بجاے بیش قیمت ظروف کے بیٹیون کو جہیز مین دیا کرتی ہین

ماخوذ از مضمون سید راحت حسین بی اے
مطبوعہ مخزن ستمبر ۱۹۰۱ء

(۱۴) بڑ کا درخت

۱۔ یکے از اقسامِ انجیر۔ وطن خاص ہندوستان۔

۲۔ پتے۔ پھل۔ لکڑی۔

۳۔ شاخون سے سورین نکل کر زمین سے جا ملتی ہین۔ پہن۔ عمر۔

۴۔ پناہ کے لیے خاصہ عالی شان مکان ہے۔ عجائبات ہند سے شمار ہوتا ہے۔ ہنود کی پرستش۔

بڑ کے درخت کو ماہرینِ علم نباتات نے پتے اور پھل کے تشابہ کے سبب سے انجیر کے نوع مین داخل کیا ہے۔ مگر اس مین نشو و نما کا ایسا غیر معمولی مادہ ہوتا ہے کہ اس اعتبار سے یہ کسی نوعِ نباتات سے نہین ملتا۔ اس خصوص مین یہ سب سے جدا ہے۔ یہ خاص ہندوستان کا باشندہ ہے۔ کسی اور ملک مین نہین ہوتا۔

۲۔ پتے بہت بڑے بڑے اور گول ہوتے ہین۔ پھل چھوٹے چھوٹے خوبصورت سرخ رنگ کے ہوتے ہین جو گچھون مین پھلتے ہین۔ مگر کھانے کے مصرف کے نہین ہوتے۔ جانور شوق سے کھاتے ہین۔ لکڑی ہلکی اور مسامدار

ہوتی ہے ٹھونس نہین ہوتی اس لیے اس سے کاٹھ او تختے نہین نکالے جاتے صرف جلانے ہی کے مصرف مین آسکتی ہے۔

اول اول سو برس تک یہ معمولی طور سے بڑھتا اور پھیلتا ہے۔ عام درختون سے بجز اس کے اور کوئی فرق نہین ہوتا کہ چارون طرف کی شاخین بے انتہا پھیل پھیل کر ایک بڑے قطعہ زمین پر سایہ کر لیتی ہین۔ اس کے بعد یہ درخت اپنے ہاتھ پاؤن نکالنا شروع کرتا ہے۔ لمبی لمبی شاخون سے سوڑین نکل نکل کر نیچے کی طرف لٹکنے لگتی ہین اور بڑھتے بڑھتے زمین سے سٹ کر علحدہ تنا بن جاتی ہین جن مین سے شاخین پھوٹتی ہین اور اُن شاخون سے پھر سوڑین نکل کر زمین پر لٹکتی ہین۔ علیٰ ہذا القیاس ایک درخت مین بہت سے تنے بن جاتے ہین اور ایک بے قاعدہ چہل ستون کی قطع ہو جاتی ہے جو ایک وسیع رقبہ زمین پر چھایا ہوا ہوتا ہے۔ یہ درخت اس طرح کئی کئی صدیون تک قائم رہتے ہین۔ ایک مشہور بڑ کے درخت مین ساڑھے تین سو بڑے بڑے تنے اور تین ہزار سے زیادہ چھوٹے تنے ہین اور اتنے بڑے رقبہ پر چھایا ہوا ہے کہ سات ہزار آدمی اس کے اندر بآسانی پناہ گزین ہو سکتے ہین قدامت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اسکندر اعظم کے فتوحات کے زمانہ مین یہ موجود تھا۔

اس کے پتے اس قدر گھنے ہوتے ہین کہ اس کے نیچے کوئی شے اگ نہین سکتی ۔ چنانچہ اس کے تنون کے درمیان وسیع فرش صاف ستھرے ہوتے ہین ۔ اوپر قدرتی شامیانہ تنا ہوتا ہے۔ جس کے نیچے متعدد جماعتین بیٹھ کر جلسے کرسکتی ہین ۔ تنون کی دیوارین یا پایے پوری وسعت کو متعدد بڑے دالانون، کوٹھریون، سہ درون، بارہ دریون مین تقسیم کردیتے ہین جن مین خاصی طرح ایک بادشاہ مع شہزادگان ۔ بیگمات، اور اعیان ودولت کے بسر کرسکتا ہے۔ یہ تو نیچے کی وسعت کا ذکر ہے ۔ درخت کے اوپر جتنے قسم کے پرند اور بندر وغیرہ پناہ گزین ہوتے ہین اُن کا کوئی شمار حساب نہین انھین خصوصیات کے سبب سے یہ ہندوستان کے عجائبات مین شمار ہوتا ہے۔ اور ہندو ایک مافوق الفطرت شے سمجھ کر پرستش کرتے ہین ۔

(۱۴) پتھر کا کوئلہ

نمبر ۱ ماخذ (بنیاد) جنگلون کا زمین مین دب کر کوئلہ بننا ۔

نمبر ۲ اقسام چوبی کوئلہ ۔ پتھر کا کوئلہ و دیگر انواع ۔

نمبر ۳ مخارج برطانیہ ۔ شمالی امریکہ ۔ جرمنی ۔ روس ۔ آسٹریلیا ۔

۴۔ **مصارف** ۔ ایندھن ۔ فلزات کے گلانے کے لیے ۔ گیس نکالنے کے لیے ۔ سسٹیم تیار کرنے کے لیے ۔ رال بنانے کے لیے ۔

۵۔ **خلاصۂ مضمون** ،

پتھر کے کوئلے کے ماخذ کے متعلق مختلف زبانون مین مختلف رائین ظاہر کی گئی ہین ۔ مگر جو رائے آج کل عام طور پر مسلم الثبوت مانی جاتی ہے وہ یہ ہے ۔ انسانی آبادی یا کثرت سے قبل ساری دنیا لق و دق جنگلون سے بھری تھی ۔ جو جنگل دلدلون مین یا دریاؤن کے دہانے کے قریب واقع تھے ۔ رفتہ رفتہ پانی مین غرق ہونے لگے ۔ پھر اُن پر آہستہ آہستہ مٹی جمع ہو جاتی جس پر از سرِ نو جنگل پیدا ہو جاتے مگر رفتہ رفتہ وہ بھی ڈوب جاتے اور پھر آہستہ آہستہ مٹی جمع ہو جاتی ۔ اسی طرح جنگلون نے تہ بہ تہ زمین مین دبتے دبتے ایک مدت مدید کے بعد سخت دباؤ اور کیمیادی اثرات سے سیاہ اور سخت جمادی صورت اختیار کر لی جسے ہم کوئلہ کہتے ہین ۔

کوئلے کی مختلف قسمین جو ہم دیکھتے ہین وہ کچھ تو غرق شدہ جنگلون کے اختلاف نوع کا نتیجہ ہین مگر زیادہ تر لکڑیون کی مدتِ دفن کی زیادتی اور کمی کا باعث ہین ۔ مثلاً کناڈا (امریکہ) مین ایک قسم کے بھورے رنگ کے کوئلے

کی کانین ہین جن کے کوئلے کو چوبی کوئلہ کہہ سکتے ہین ۔ یہ لکڑی کا سا ریشہ دار ہوتا ہی۔ ایک اور قسم کا کوئلہ ہوتا ہی جو نہایت سخت اور سیاہ ہوتا ہی اور جس کی آنچ نہایت تیز ہوتی ہی۔ یہ بہت قدیم ہوتا ہی یعنی اس کی مدتِ دفن سب سے زیادہ سمجھی جاتی ہی اور یہی کوئلہ پتھر کوئلہ کہلاتا ہی۔ اِن دونون ادنی اور اعلیٰ اقسام کے درمیان مین اور بہت سی قسمین ہین جن کا شمار بے زیادہ ہی۔ ان مین سب سے مشہور وہ کوئلہ ہی جو بہت صاف روشنی اور چمک کے ساتھ جلتا ہے۔

دنیا مین کوئلے کی سب سے مشہور اور عظیم الشان کانین برطانیہ اور ممالک متحدہ امریکہ مین ہین ۔ دونون ملکون کی سالانہ برآمد کئی کروڑ ٹن ہوتی ہی۔ اس امر کا ثبوت کہ ابھی کوئلے کا بہت بڑا خزانہ برطانیہ مین موجود ہی شاہی کمیشن کی اس تحقیق اور رپورٹ سے ملتا ہی کہ "باوجود برآمد کے اس روزافزون مقدار کے یہان کی کان ابھی ایک ہزار برس اور کوئلہ دے سکتی ہی"۔

آسٹریلیا، روس اور جرمن مین بھی بہت کوئلہ نکلتا ہی۔ چین مین بہت سی کوئلے کی کانون کی تحقیق ہوئی ہی جو ابھی تک کھودی نہین گئی ہین۔

ایندھن کے علاوہ کوئلے سے بہت سے مصرف لیے جاتے ہین ۔

فلزات کے گلانے مین یہ کام آتا ہی۔ روشنی کے لیے گیس اس سے نکالی جاتی ہی۔ کلین اور کارخانون کے انجن جن طاقتون سے چلتے ہین وہ زیادہ تر اسی سے حاصل کی جاتی ہین۔ ال اس سے نکلتی ہی جس سے بہتیری قیمتی اور مفید چیزین بنتی ہین۔

الغرض کوئلے کے فوائد بیان سے باہر ہین۔ ایندھن تو ہی ہی۔ روشنی اور گرمی کا کام یہ دے، کلین یہ چلاے۔ اور کارآمد تجارتی چیزین اس سے بنین۔

(۱۵) پٹنہ

۱۔ موقع قدیم و جدید۔ نام

۲۔ قدامت۔ فرمانروایان۔ ملکی تقسیم۔

۳۔ آب و ہوا۔ پیداوار۔ تجارت۔

۴۔ قابل دید تاریخی مقامات اور مناظر۔

یہ شہر جو اب بہار کا دارالحکومت ہی گنگا کے جنوبی کنارے پر تقریبًا ۹ میل تک لمبی دوڑین واقع ہی۔ عرض ایک میل سے زیادہ نہوگا۔ جس جگہ شہر اب واقع ہی ابتدا مین اس سے اور دکھن کو واقع تھا جہان سے

ایسٹ انڈین ریلوے کمپنی نے آہنی لاہنین لائنین بچھانے کے لئے مٹی لے لے کر اب جلّہ بنا دیا ہی۔ آثار سے یہ پتہ بھی ملتا ہی کہ گنگا بھی ابتدائً موجودہ موقع سے اور دکھن کو لہرین لیتی تھی؛ جہان سے کروٹین لیتے لیتے اتّر کو ہسٹ گئی مگر اب پھر کروٹین لیتی ہوئی دکھن ہی کو آیا چاہتی ہی۔

دہلی کی طرح پٹنہ بھی مختلف، زمانون مین مختلف القاب سے پکارا جاتا رہا ہی اور انقلابات روزگار کے عجیب عجیب تماشے دیکھ چکا ہے۔ کبھی یہ پاٹلی پتر تھا، کبھی پٹنہ اور کبھی عظیم آباد۔ ان نامون کے تغیر سے اس کے حکمرانون کے تغیر کا قیاس کرلو۔

شاید تمام ہندوستان مین کوئی شہر قدامتِ تہذیب مین اس کا مقابلہ نہین کرسکتا۔ گو صفحاتِ تاریخ زیادہ ابتدائی حالات کی تحقیقات سے عاجز و ساکت ہین تاہم جو کچھ معلوم ہوسکا ہی۔ اس کی قدامت کے قیاس کے لیے کافی ہی۔ یہان کا سب سے پہلا راجہ جس کی حقیقت مہابھارت سے کچھ دریافت ہوسکی ہی جراسندھا نامی تھا جو ولادت مسیحؑ سے کم از کم ۲۰۰۰ برس قبل ہو گزرا ہی۔ اس کے بعد جن ۲۸ راجاؤن نے پے درپے یہان سلطنت کی اُن کے احوال معلوم نہین۔ پانچوین صدی

قبل مسیح مین جب اجات سُتر تخت نشین ہوا تو اس اولوالعزم راجہ نے
شمال سے تورانیون کے حملون کو روکنے کے لیے شہر پاٹلی پتر تعمیر کیا۔
اس کے بعد اس پاٹلی پتر کو چندر گپت جیسے عالیقدر فرمانروا کے
راجدھانی بننے کا فخر حاصل ہوا۔ اس زمانہ مین بہار سے پنجاب تک
پاٹلی پتر کے زیر نگین تھا۔ سلیوکس شاہِ یونان کا سفیر میگستھنیز اسی کے
عہد حکومت مین ۵ برس تک پٹنہ مین رہا۔ اس کے بیان کے مطابق
۶ لاکھ پیادہ فوج بتیس ہزار سوار اور نوسو ہاتھی شہر مین تیار رہتے تھے
اسی سے اُس زمانہ مین شہر کی رونق اور آبادی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے
میگستھنیز صاف لفظون مین اقرار کرتا ہے کہ قوم مگدھ (بہار) سے زیادہ
زبردست اور بلند حوصلہ قوم ہندوستان مین کوئی نہین۔ اس نے چندر گپت
نظام مملکت اور آئین ملکداری کی جو تفصیل بیان کی ہے اُس سے اُس
اعلیٰ تہذیب و شائستگی کا پتہ چلتا ہے۔ جو اس عصر جدید کی تہذیب و شائستگی
سے ٹکر کھا سکتی ہے۔

سنہ ۲۷۰ قبل مسیح چندر گپت کا پوتا اسوک تخت نشین ہوا۔ اس کی
حکومت خلیج بنگالہ سے پنجاب اور ہمالیہ سے وندھیا پہاڑ تک پھیلی ہوئی تھی

اس لیے پٹنہ اُس وقت تمام ہندوستان یعنی ہند کا دار الحکومت تھا۔ اس نے رفاہ عام کے بڑے بڑے کام کیے۔ عمارتین بنوائین، کنوے کھدوائے، سرائین تعمیر کرائین۔ یہ بودھ مذہب کا داعی تھا اپنی تمام قلمرو مین جا بجا پتھر نصب کرائے تھے۔ جن پر مذہبی و اخلاقی نصیحتین کندہ ہوتی تھین۔ فی الحال ایک جماعت متقدمین (محققین آثار قدیمہ) نے پٹنہ کے قدیم کھنڈرون سے ایسے پتھر برآمد کئے ہین۔

چینی زائر فاہیان جس نے اسوک سے تقریبًا ساڑھے چھ سو برس بعد اسوک کی حیرت انگیز تعمیرات کی، زیارت کی، لکھتا ہے "دیوارین، دروازے عمارتون کے نقشے انسانی ہاتھون کے مصنوعات نہین معلوم ہوتے۔ اب تک جون کے تون موجود ہین"۔

پھر نوبت بہ نوبت اس نے پٹھانون اور مغلون کا زمانہ دیکھا؛ "زمانہ دیکھا" اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کبھی بھی مسلمان فاتحون کے (جن کا پایۂ تخت دلی رہا) پورے تحت مین براہ راست نہ رہا۔ جو گورنر مقرر ہوکر آتے تھے خودسرانہ حیثیت سے حکومت کرتے تھے جسے ایک قسم کی سلف گورنمنٹ کہہ سکتے ہین۔ صرف برائے نام خود کو شہنشاہ دہلی کا ماتحت گردانتے۔ اکثر اوقات

ظاہری اطاعت بھی بالائے طاق رکھ دیتے۔ پٹنہ کے تمام مسلمان حکمرانون مین اگر کسی نے واقعی یادگار حکومت کی تو وہ صرف **شیر شاہ** تھا۔ اسکے کارنامون کو پٹنہ کے تمام ماقبل اور مابعد کے فرمانرواؤن پر ایسا ہی ممتاز شرف حاصل ہی جیسا چاند کو تارون پر۔

مسلمانون مین دوسرا حاکم جس نے پٹنہ مین نام آوری کے ساتھ حکومت کی اور صحیح معنون مین شاہ دہلی کی نیابت کی خدمت انجام دی وہ اورنگزیب عالمگیر اعظم کا پوتا **عظیم الشان** تھا۔ اس نے نئے سرے سے پٹنہ کی آبادی رونق، اور بہبودی کے تدابیر اختیار کیے۔ نئی شہر پناہ اور دروازے تعمیر کرائے اور **عظیم آباد** نام رکھا۔

اگست ۱۷۶۵ء مین ایسٹ انڈیا کمپنی نے شاہ عالم سے بہار کی دیوانی کیا حاصل کی پوری حکومت ہاتھ آگئی۔ ۱۷۷۳ء مین برٹش پارلیمنٹ نے کمپنی کے معاملات مین مداخلت کرکے بنگال، بہار، اڑیسہ کو ایک گورنر جنرل کا ماتحت کر دیا اور کلکتہ صدر مقام قرار پایا۔ یہ تاریخ پٹنہ کی ہسٹری مین ایک یادگار تاریخ ہی۔ اسی دن سے اسکی رونق و عظمت پر ایک ناقابل تلافی صدمہ پہونچا جو ۱۳۹ برس تک قائم رہا۔ کلکتہ نے اس کی صدارت مٹا کر

اس کی ساری برکتون کا خاتمہ کردیا۔ اہل شہر کی ترقیون کے ذرائع کم ہوگئے آبادی، تجارت، تعلیم، صنعت، وحرفت اور مال ودولت سب مین روز افزون انحطاط ہونے لگا۔

۱۲ر دسمبر ۱۹۱۱ء کی تاریخ بھی پٹنہ کے صفحات تاریخ پر ہمیشہ چمکتی رہے گی جب نہر میجیسٹی جارج پنجم نے اسے دوبارہ بنگالہ سے مخلصی دلائی اور بہار واڑیسہ کا صدر مقام بناکر اس کی قدیم اہمیت کو تازہ کردیا۔

اگر شہر کی جسمانی صحت پر میونسپیلٹی کی ابتری کا نمایان اثر موجود نہ ہوتا تو پٹنہ کی آب وہوا معتدل بلکہ صحت بخش کہی جاسکتی تھی۔ زمین نہایت زرخیز اور پیداوار کی غیر معمولی قابلیت رکھتی ہے۔ جتنی ترکاریان ہر فصل مین یہان پیدا کی جاتی ہین شاید ہی کہین اور پیدا کی جاتی ہین۔ بہار اور بنگال کے تمام بڑے شہرون مین سبزی یہین سے چالان ہوتی ہے۔ زردوزی، کارچوب، کامدانی، کشیدہ کاری، شیشہ گری، اور دوسرے لطیف ہنرون مین پٹنہ اب بھی خاص شہرت اور امتیاز رکھتا ہے۔ ان تجارتون کے علاوہ یہ غلہ اور نمک کی بڑی منڈی سمجھا جاتا ہے۔ اگر غیر صوبون کی درآمد برآمد منقطع ہوجائے تو یہ صوبہ اپنی تمام ضروریات کا آپ کفیل ہوسکتا ہے۔ کسی کی

محتاجی نہ ہوگی۔ یہ خصوصیت شاید اور کسی شہر یا صوبہ کو حاصل ہو۔
آبادی ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ باشندون مین شرفاء کی تعداد معقول ہے
ان مین ذہانت اور طباعی تو بہت ہے مگر تعلیم کم۔ اس لیے یہان تہذیب کا
جو اثر چاہیئے تھا اب تک پوری طرح موجود نہین۔ مگر اس تازہ انقلاب
کی برکت سے امید بندھی ہے۔

تاریخی مقامات مین سے مدرسہ کی مسجد جہان عظیم الشان مدرسے کے
آثار باقی ہین، سکھون کے پیشوا گرو گوبند سنگھ کا مولد گرودوارا جو سکھون
کی عظیم الشان زیارت گاہ ہے۔ پرتگالیون کا دیرینہ سال گرجا پادری کی حویلی،
پٹنہ کالج، گول گھر جو ۱۷۷۴ء کے قحط کے موقع پر انگریزون نے بنوایا تھا قابل
دید ہین۔ آخر الذکر مکان ۹۶ فٹ بلند ایک عظیم الشان گنبد جس مین ایک
آواز سے تیس چالیس گونجین پیدا ہوتی ہین۔ دیوارین ۱۲ فٹ حجیم ہین،
مگر پٹنہ کی بہار اور اگلی حشمتون کے کچھ آثار دیکھنا ہون تو گنگا مین کشتی
مین بیٹھ کر ایک سرے سے۔ دوسرے سرے تک کی سیر کر جاؤ۔ پختہ سنگی
گھاٹین۔ بلند سیاہ پشتے کہن منہدم کہین شق۔ ٹوٹی پھوٹی عظیم الشان عمارتین
عبرت خیز نظارے پیش کر کے اہل دل سیاح کو متاثر کیے بغیر نہین رہ سکتین۔

(۱۶) نہر سویز

۱۔ مڈی ٹرینین سی کو بحر احمر سے ملا کر ایشیا کو افریقہ سے جدا کرتی ہے
۲۔ قدیم مصریون کی نہر۔ نپولین کی کوشش۔ لیسپ کی کامیابی۔ خرچ
۳۔ طول عرض عمق۔ جدید تجاویز۔ انتظام۔
۴۔ سہولتِ سفر۔ ترقی تجارت۔ یکے از عجائبات عالم۔

مڈی ٹرینین سی اور بحر احمر دو سمندر ہین جن کے درمیان مین تقریباً نوّے میل کا فصل ہی یہ وہ مقام ہی جہان ایشیا و افریقہ کی مغربی و مشرقی سرحدین باہم ملتی ہین۔

پانچوین صدی قبل مسیح مین پہلے پہل مصریون کے ذہن مین یہ بات آئی کہ اگر یہ دونون سمندر کسی طرح مل جائین تو ان کے ملک کے شمالی و مشرقی حصون کے مابین (جو مختلف سمندرون کے کنارون پر واقع ہونے کے باعث بالکل غیر متعلق ہو رہے ہین) تعلقات مین آسانی پیدا ہو جاے۔ اور یہ آمد و رفت تجارتی اغراض کے لیے نہایت مفید ہو۔ نیز شمالی ممالک کا سفر آسان ہو جائے۔ چنانچہ انھون نے دریاے نیل اور بحر احمر کے درمیان مین ایک نہر کھود ڈالی۔ اور دریاے نیل چونکہ مڈی ٹرینین سی مین جا گر

گرتا ہو اس لیے بحر احمر اور مڈی ٹرینین سی مین ایک اتصال ہو گیا جو اُن کے اغراض کے مطابق مفید ثابت ہوا۔ مگر رفتہ رفتہ یہ نہر مٹی سے بھرتی گئی اور ۱۸۶۸ء تک بالکل بھر گئی۔ اسی حالت مین دس سے زیادہ صدیون سے زیادہ مدت گزر گئی۔ آخر نپولین کے دماغ مین ان دونون سمندرون کے اتصال کا خیال پیدا ہوا۔ مگر اس کے انجینیرون کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ دونون سمندرون کی سطحین ایک نہین۔ بلکہ ۲۰ فٹ کا فرق ہے اس لیے یہ ارادہ فسخ کر دیا گیا۔

۱۸۴۷ء مین انگلستان فرانس اور آسٹریا کے حکمانے مل کر یہ تحقیق کی کہ دونون سمندر کی سطح ایک ہے ۱۸۵۴ء مین فرڈینینڈ ڈی لیسپ ایک فرانسیسی نے سعید پاشا خدیو مصر کی اجازت سے نہر کھودنے مین ہاتھ لگایا۔ ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء کو ۱۰ برس کے بعد یہ نہر تیار ہو گئی اور جہازون کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ اس کی تیاری مین قریب ۲۰ کروڑ روپے صرف ہوئے جن مین سے نصف سعید پاشا کا چندہ تھا اور باقی نصف مین تمام یورپ کا مجموعی چندہ شامل تھا مگر پھر ۱۸۷۵ء مین برٹش گورنمنٹ نے خدیو مصر کا حصہ خرید لیا۔

نہر کا مجموعی طول قریب ۹۰ میل کے ہے جن مین سے راہ کی دو جھیلون نے

۲۴ میل کا فصل کاٹنے کی محنت بچادی اور کل ۶۶ میل نہر کاٹنا پڑی۔
ابتداءً بالائی عرض ۱۵۰ سے ۳۰۰ فٹ تک تھا، تہ کا عرض ۳۰ فٹ
اور عمق ۲۰۶ فٹ۔ ۱۸۹۶ء مین اسے اور وسیع اور عمیق کرنے کا فیصلہ کیا گیا
چنانچہ اب تہ کا عرض تقریباً ۱۲۰ فٹ اور عمق ۲۸ فٹ ہے۔ کھدائی اور صفائی
کا کام ابھی تک جاری ہے اور قرینہ ہے کہ اس کا عمق ۳۱ فٹ تک جو سمندر کا
کا عام عمق ہے جلد پہونچ جائے گا۔

اس تنگ نہر سے ایک وقت مین ایک جہاز سے زیادہ نہین گزر سکتا
اس لیے ہر پانچ چھ میل پر سائڈنگ (کشادہ جگہ) بنائے گئے ہین جہان ڈھیر
کے خوف سے ایک طرف کا جانے والا جہاز دوسری طرف کے جانے والے
جہاز کے گزر جانے تک رُکا رہتا ہے۔ اس تصیع وقت سے احتراز کے لیے
تجویز پیش ہے کہ پوری نہر کا عرض بڑھا کر دونا کر دیا جائے تاکہ دو سمت کے
دو جہاز بغیر انتظار کھینچے ہوئے ایک دوسرے کے بغل سے ہو کر گزر جائین
پہلے نہر سویز سے جہاز صرف دن کو گزرتے تھے یا شب ماہ مین۔
۱۸۸۶ء سے اندھیری راتون مین بھی برقی روشنی کی مدد سے چلتے ہین۔
رفتار کا اوسط ۶ میل فی گھنٹہ سے زیادہ نہین۔ پوری نہر کے طے کرنے مین

تقریباً ۱۰ گھنٹے لگتے ہین ۔ اس سست رفتاری کا مقصد یہ ہے کہ رفتار سے پانی مین زیادہ تموج نہ ہونے پائے جس سے ساحل کو صدمہ پہونچنے کا اندیشہ ہے ۔

ملکی فوائد سے قطع نظر اس نہر سے سفر مین بڑی آسانی پیدا ہو گئی ۔ اگر یہ نہر نہ ہوتی تو ہم ہندوستانیون کو یورپ کا سفر یا تو خشکی سے طے کرنا ہوتا یا اگر سمندر سے جانا ہوتا تو دنیا کو طے کر کے لاکھون میل کا چکر کاٹ کر اگر تھوڑی دیر کے لیے فرض کر لیا جائے کہ نہر سویز بند ہو جائے تو قیاس کر سکتے ہو کہ دنیا مین کیسا ہنگامہ بپا ہو جائے ۔

دوسرا فائدہ اس نہر سے تجارت کی آسانی ہے جس سے اس کی اہمیت مین روز افزون ترقی ہے ۔ یہ اسی نہر کا کرشمہ ہے کہ ہم دو ہفتون مین سات سمندر پار بمبئی سے لندن پہونچ جاتے ہین ۔ روز روز کی خبرین معلوم ہوتی رہتی ہین اور اپنی ادنی ادنی سی ضروریات کا انحصار بھی ولایتی اسباب پر رکھ لیا ہے ۔ غرض اس مصنوعی نہر سے وہ تمام مقاصد حاصل ہین جو کسی قدرتی دریا یا سمندر سے حاصل ہو سکتے ہین ۔ اور اسی لیے اس عظیم الشان صنعت انسانی کا شمار عجائبات عالم مین کیا گیا ہے ۔

(۱۷) کاغذ

۱۔ کاغذ سازی کی مختصر تاریخ (اہل مصر، اہل چین۔ اہل عرب)

۲۔ کن چیزون سے بنتا ہے۔

۳۔ کس طرح بنتا ہے۔

۴۔ مصارف (لکھنا۔ چھاپنا۔ پڑیا بنانا، کھلونے وغیرہ بنانا)

کاغذ کی ایجاد سے پیشتر کئی چیزین تحریر کے کام آتی ہین۔ درختون کی چھالین، یا تاڑ اور کھجور کے پتے، جانورون کی کھالین اور جھلی کاغذ کے مصرف مین آتی ہین۔ دریاے نیل کے کنارے سرکنڈے کی طرح ایک پودا ہوتا ہی۔ جو پیپرس کہلاتا ہی۔ قدیم اہل مصر اسی کی چھال کو بجاے کاغذ کے استعمال کرتے تھے۔ اہل چین روئی کو سڑا اور کوٹ کر گوندھتے تھے۔ اور روٹی کی طرح بیل کر کاغذ بناتے تھے۔ تقریبًا دسوین صدی عیسوی مین عربون نے روئی کی کاغذ سازی پہلی مرتبہ یورپ کو سکھائی۔ خود عربون نے چینیون سے سیکھا تھا۔

سب سے عمدہ کاغذ کتان کے چیتھڑون سے تیار ہوتا ہی۔ اس کے علاوہ

روئی اور دوسری چیزون سے بھی بنتا ہی۔ تھوڑے عرصہ سے پیال گھاس پھوس لکڑی بٹوا بانس سے بھی کاغذ تیار کیا جانے لگا ہے،

اکثر آدمی جو اِدھر اُدھر گلیون اور گوڑون مین سے چیتھرے اور گودڑ چنتے نظر آتے ہین وہ انھین چیتھڑا فروشون کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہین۔ پھر چیتھڑا فروش جمع کرکے کاغذیون کے ہاتھ بیچتے ہین۔ یہ چیتھڑے کل مین ڈال کر خوب صاف کرکے دھو ڈالے جاتے ہین پھر اُسی مین نچوڑ دیے جاتے ہین۔ پھر نکال کر ایک پانی کے خزانے مین ڈال دیے جاتے ہین جس کے اندر دونون بغل مین قطار لوہے کے دانت بنے ہوتے ہین۔ چکّر کے گھمانے سے یہ دانت تیزی سے پیسنا شروع کر دیتے ہین اور چیتھڑے ریزہ ریزہ ہوکر بارک بس جاتے ہین اور پانی مین مل کر آٹے کی طرح گندھ جاتے ہین۔ پہلا رنگ اُڑا کر سفید بنانے کے لیے ایک مرکب چونا اور کلورین پانی مین ڈال دیتے ہین جس سے پانی گرم ہو جاتا ہی۔ پھر برابر گھونٹتے رہتے ہین۔ جب چونے کا اثر دفع ہو جاتا ہی تو اُس تیار شدہ شے کو اور باریک بنانے کے لیے دوسرے مشین مین ڈالتے ہین۔ کاغذ عمدہ اور ٹھوس بنانے کے لیے چینی مٹی یا سیپ دے دیتے ہین۔ اور اگر کاغذ رنگین بنانا ہو تو اس وقت

رنگ بھی ملا دیتے ہین۔ اس کے بعد اس ماڑ کو باریک تارون سے بنے ہوئے کپڑے پر پھیلا دیتے ہین جو آہستہ آہستہ اوپر چڑھتا ہی۔ پانی نچڑ جاتا ہی۔ اور اب بجاے ماڑ کے ایک گوندھے ہوئے آٹے کی سی چیز کپڑے پر رہ جاتی ہی۔ اس کے بعد اسے دو بیلنون کے بیچ مین شکنجہ کی طرح کس دیتے ہین اور اس مین گرمی پہونچا کر خشک کر دیتے ہین۔ پھر دو منٹ مین کاغذ تیار ہو کر ایک پریتے پر لپٹنا شروع ہو جاتا ہی۔ اس طرح ایک مشین سے تین گھنٹہ کے عرصے مین ایک میل لمبا کاغذ تیار ہو جاتا ہی۔

کاغذ اگر لکھنے کے مصرف کا ہی تو تیاری کے بعد ان پر سریش کی سی چکنائی پھیری جاتی ہی تاکہ روشنائی کاغذ مین جذب نہ ہونے پائے یا پھیل نہ جائے۔ اس کے بعد کاغذ کو مختلف تقطیع مین تراش کر ایک ایک دستہ یعنی چوبیس چوبیس تختون کا برابر اور صاف ستھرا تھاک لگاتے ہین پھر ان مین سے بیس بیس دستون کی ایک ریم بنا کر صفائی سے موٹے کاغذ مین لپیٹتے اور فروخت کے لیے چالان کرتے ہین۔

لکھنے اور چھاپنے کے علاوہ کاغذ کے اور مصارف بھی ہین۔ طرح طرح کے کھلونے اس سے بنین، ڈبے اس سے بنین، دفتی اس سے تیار ہو،

پڑیا باندھنے کے کام یہ آئے، اینٹین اور مکان اس سے تیار ہون۔ وہ بھی ایسے جن پر آگ تک کا اثر نہ ہو۔

اور اشیاء کی طرح کاغذ کے لیے بھی اہل ہند پہلے یورپ کے محتاج تھے مگر اب ہندوستان مین جا بجا کاغذ کی ملین موجود ہین۔ اکیلے بنگال مین پانچ مل سے کم نہ ہوگی۔ اگرچہ ہندوستان مین علمی ترقی کا لحاظ کرکے اتنی ملین ہماری ضرورت کے لیے کافی نہین تاہم غنیمت ہین۔

(۱۸) جوالامکھی

۱۔ جوالامکھی کے مادون کے اجزائے ترکیبی۔ دہانہ۔ انشقاق۔

۲۔ زندہ اور خفتہ جوالامکھیان۔

۳۔ کیفیت آتش فشانی۔

۴۔ مشہور جوالامکھیان۔

زمین کے اندر اتنی سخت گرمی ہو جو پتھر کو بھی پگلا دیا کرتی ہو۔ اس گرمی کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ دھوان اور بھاپ جمع ہو ہو کر اوپر اٹھنے کا تقاضا کرتے رہتے ہین اور جہان کوئی گنجایش پاتے ہین یہ نہایت زور و شور کے ساتھ اپنی راہ

کی جماداتی مزاحمتون کو دفع کرتے ہوئے نکل پڑتے ہین جن کے ساتھ گھلی ہوئی سیال دھات بھی نکل کر دور تک بہ جاتی ہے۔ مگر سرد ہوتے ہی پتھر کی طرح سخت ہو کر جائے خروج (جسے دہانہ کہتے ہین) کے گرد موم بتی کی طرح جم کر اونچی ہو جاتی ہے۔ یون رفتہ رفتہ اُس بلند مقام کی صورت مخروطی سی ہو جاتی ہے۔ یعنی منہ پر قیف کی طرح گڑھا پڑ جاتا ہے جس مین وقتاً فوقتاً تازہ مادہ خارج ہوتا رہتا ہے۔ یہ تو جوالامکھیون کی عام کیفیت ہے۔ آتش فشانی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی گول سوراخ سے خارج ہونے کے بجائے سطح زمین کے کسی شگاف سے نکل پڑے۔ مادہ کبھی دہانہ بنائے بغیر یون ہی بہ نکلتا ہے۔

بعض جوالامکھیان ہمیشہ زندہ رہتی ہین گو ان کی تیزی مین زیادتی کمی ہوتی رہتی ہے۔ اور بعض صدیون تک خاموش رہنے کے بعد یکایک نہایت زور و شور سے برآمد ہوتی ہین۔ وسوویس کی آتش فشانی جس نے پومپیائی اور ہرکولینیم دو عظیم الشان شہرون کو برباد و بے نشان کر دیا۔ اتنی مدت تک خاموش رہنے کے بعد شورش کی کہ عام طور پر لوگ اسے سرد اور مردہ سمجھ چکے تھے۔

جوالامکھی کے ظہور کی مختلف صورتین ہین مگر ہر ایک صورت نہایت قیامت خیز ہوا کرتی ہے۔ پہلے زلزلے آتے ہین۔ پھر تاریک اور گھرے غبار آلود ابخرے کا صعود ہوتا ہے جو دہانے سے فوارے کی طرح نکل کر بہت بلند ہوتا ہے اور اوپر جا کر درخت کی

طرح پھیل جاتا ہی۔ آسمان پر ایک بادل سا چھا جاتا ہی۔ ارد گرد کے مقامات پر میلون گھٹا ٹوپ تاریکی پھیلی ہوتی ہی اور بجلی بھی کوندتی ہی۔ اس کے بعد لٹکتی ہوئی راکھ کی آندھی چلتی ہی۔ کبھی گرد، پتھر یا گرم کیچڑ کا مینہ برستا ہی۔ کبھی پگھلی ہوئی دھات بہ نکلتی ہی۔ کراکاتوا کی عظیم الشان آتش فشانی نے سمندر مین وہ تموّج اور مدوجزر پیدا کیا جس سے بیشمار جانین تلف ہوئین۔ اسی طرح جاپان مین نبدائی سن کی آتش فشانی نے پہاڑ کا ایک پورا جانب ہی اڑا دیا جو مسلّم ٹوٹ کر نیچے ایک گاؤن مین آ تار ہا۔ اکثر یہی پایا گیا ہے کہ جوالا مکھی پہاڑ کی صورت آتش فشانی کے بعد بالکل بدل جاتی ہی کبھی جزیرون کے جزیرے غائب ہوجاتے ہین اور کبھی نئے جزیرے قعر دریا سے نکل پڑتے ہین۔

مذکورہ بالا پہاڑون کے علاوہ اور مشہور آتش فشان پہاڑ یہ ہین ماؤنا سسلی مین، اسٹرومبولی مڈی ٹرینین سی مین، ھکلا آئیسلینڈ مین، کلا ئیا جزیرہ سینڈوچ مین، کوٹوپیکسی اینڈیز مین جو تمام دنیا مین سب سے زبردست جوالا مکھی ہے۔ اور ماؤنٹ پیلی وسٹ انڈیز مین جس نے چند سال ہوئے شہر سینٹ پائری کو جھلس دیا اور بے شمار جانین تلف کین۔

مبیّنہ مضامین

اب تک مضامین کی جتنی قسمیں (تخیلیہ، نقلیہ، توضیحیہ،) بتائی گئیں ہیں انھیں سے چند اور قسمیں نکلتی ہیں جن کو ہم مبیّنہ کہتے ہیں۔ وہ قسمیں یہ ہیں:۔(۱) توضیحیہ و نقلیہ (۲) توضیحیہ و تخیلیہ (۳) تخیلیہ و نقلیہ۔

اب تک تم پابند تھے اور ہر مقصد کے لیے ایک خاص کوچہ رکھتے تھے جس سے آگے قدم بڑھا نہ سکتے تھے مگر اب زیادہ وسیع میدان تمھارے سامنے ہے جس میں طبیعت کی روانی اور قلم کی جولانی زیادہ آزادی سے دکھا سکتے ہو۔ اس آزادی سے زیادہ فائدہ اختراعات، ایجادات، تحقیقات علمیہ کے مباحث میں اُٹھایا جاتا ہے۔

۱۔ خاکہ مضامین (۱) توضیحیہ و نقلیہ (۲) توضیحیہ و تخیلیہ (۳) تخیلیہ و نقلیہ

۱۔ تعریف یا تمہید۔

۲۔ زمانۂ وقوع یا مختصر تاریخ۔

۳۔ صورتِ امر۔ توضیح۔

۴۔ نتیجہ نیک یا بد۔

ب۔ خاکہ مضامین متعلق اختراعات، ایجادات، تحقیقات علمیہ

۱۔ تعریف و تمہید (تاریخ اگر ممکن ہو)
۲۔ توضیح (ماخذ، اجزائے ترکیبی یا خواص)
۳۔ مصرف۔
۴۔ نتیجہ (اظہار رائے)

دریائی[1] سفر

۱۔ زمانہ۔ غرض۔ سامان۔
۲۔ سبیل و طریق سفر۔
۳۔ واقعات اثنائے راہ۔
۴۔ واپسی۔

---

[1] یہ مضمون نمونہ ہے (۱) توضیحیہ و نقلیہ (۲) توضیحیہ و تخیلیہ (۳) تخیلیہ و نقلیہ کے امتزاج کا۔ ۱۲

مارچ ۱۹۱۱ء کا تیسرا ہفتہ ہوگا کہ یونیورسٹی کا امتحان دے کر فضا میں اڑتی ہوئی چڑیوں کی طرح آزاد اور بشاش تھے۔ دس برس تک اسکول میں تعلیم پائی کھیل کود، سیر و تماشا اور ہیچ سب کا شوق رہا مگر جو دلی مسرت اور فرحت ہم ان دنوں محسوس کرتے تھے پہلے کبھی نہیں پائی۔ ذرائع تفریح کی تلاش میں دریائی سفر پر سب دوستوں کا اتفاق ہوگیا۔

گرمی کا زمانہ تھا اور چاندنی رات۔ ۲ بجے شب کو گھروں سے نکل کھڑے ہوئے۔ چاندنی کا لطف اٹھاتے ہوئے گھاٹ پر پہونچے۔ مونگیر کے ٹکٹ لیے اور اسٹیمر پر سوار ہوگئے۔ دریا کی ٹھنڈی ٹھنڈی جاں بخش ہوا میں، سطح آب پر چاندکی کرنیں۔ جنھوں نے پانی پر چاندی کا پانی پھیر دیا تھا، اور فرش آب کی ہمواری و سکون، یہ وہ مست کن مناظر تھے کہ بے ساختہ دلوں میں پانی پر اُتر کر اُچھلنے کودنے اور لوٹ پوٹ کرنے کی اُمنگ اُٹھتی تھی اس عالم میں اصغر نے خسرو کی غزل "یاران کہ بودہ اند نہ دانم کجا شدند" چھیڑ دی۔ قاسم ہارمونیم لے بیٹھے۔ اصغر زیادہ تر اپنی سریلی آواز اور کسی قدر اپنی مہارت موسیقی کے لیے بھی ہم لوگوں میں اُستاد سمجھے ہی جاتے ہیں، ہمارے ڈرامون کی جان تو یہ ہیں ہی، مگر اس وقت یہ غزل انھوں نے جس درد سے گائی

وہ بالکل فوق العادہ معلوم ہوتا تھا۔ دل ہل گئے۔ اسٹیمر پر سنّاٹا چھا گیا۔ تمام مسافر اور جاہل خلاصی جو ایک لفظ سمجھ نہ سکتے تھے ہمہ تن گوش ہو گئے۔ قاسم کی انگلیاں بہجوم درد اور ہیجانِ جذبہ سے قابو میں نہ رہیں۔ آخر اس نے ہارمونیم چھوڑ دیا۔ ہم میں سے کسی اور میں بھی اتنی تاب نہ تھی کہ ہارمونیم کو ہاتھ لگائے۔ مگر اصغر پر کچھ ایسا نشہ طاری تھا کہ بیخودانہ الاپتا ہی جاتا تھا۔ آخر ایک اسٹیشن پر پہونچ کر نقل حمل کا شور غل خلل انداز ہوا۔ اصغر چپ ہوا۔ مگر بقول شخصے ہمارے ریشہ ہائے دل دیر تک گنگناتے رہے۔

اب صبح ہو چکی تھی اور دوسرا پر لطف منظر ہمارے پیش نظر تھا۔ بلند سیاہ پشتے، کہیں افتادہ کہیں سالم، عالی شان قلعوں محلوں اور عمارتوں کی ٹوٹی پھوٹی دیواریں، مسجدیں مندر، جن کا سلسلہ مہندرو گھاٹ کے بعد سے شروع ہوا اور قریب قریب فتوحہ گھاٹ تک جاری رہا چشم تصور میں شہر عظیم آباد کے گزشتہ جاہ و جلال اور انقلاب زمانہ کی تصویر کھینچ رہے تھے۔

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ٭ آثار پدیدست صنادید عجم را

فتوحہ سے مونگیر تک بجز مقامہ گھاٹ کی رونق اور چہل پہل کے کوئی مقام یا منظر قابل بیان نہیں ملا۔ یہ وقت ہم لوگوں نے ہنسی دل لگی،

تاش شطرنج اور دوسرے مشاغل مین کاٹا۔ تین یا ساڑھے تین بجے دن کو ہم مونگیر پہونچے۔ قلعہ کی زیارت کی۔ شہر کا چکر لگایا۔ شب کے قیام کے لیے عظیم نے اپنے چچا کا مکان تجویز کیا۔ مگر ہماری جماعت نے دو وجہ سے اس تجویز سے اختلاف کیا۔ ایک تو یہ کہ یکایک بے شان وگمان دس پندرہ آدمیون کی مداخلت بار خاطر ہو سکتی ہی۔ دوسرے یہ کہ تکلف ہماری آزادی کا جس کی تلاش مین ہم آتے ہین ناس کر دے گا۔ آخر ہم لوگ سرا مین ٹھہرے۔

صبح اُٹھتے ہی ہم مونگیر سے ریل مین سوار ہو کر جمال پور آئے۔ دو گھنٹے آئرن ورک شاپ کی سیر کی۔ پھر وہان چل کر اُس پہاڑ مین داخل ہوئے جسے ایسٹ انڈین ریلوے کمپنی نے کھود کر تقریباً نصف میل پہاڑ کے اندر اندر دار پار راستہ بنایا ہی۔ اس حیرت انگیز کرشمے نے فرہاد کی تاکامی یاد دلا کر کچھ ہنسایا اور پھر عبرت دلائی۔ جس مقصد کی سعی مین فرہاد کے خدا جانے کتنے تیشے ٹوٹے، ساری عمر کوہ کنی کر کے جان دی اور نتیجہ کچھ نہ نکلا، اُسی مقصد کو اختلافِ زمانہ نے اسان کر دیا جس کا انجام ایک دل لگی ہو گئی۔

جمال پور سے ریل پر سوار ہو کر مکان کی طرف واپس چلے۔ بختیار پور

سے بہار لائیٹ ریلوے کی چھوٹی سی گاڑی مین بیٹھکر راجگیر پہونچے۔ کُنڈ کا پانی پیا۔ تبرک حجرے اور مقامات کی زیارت کی۔ بقیہ دن شکار مین بسر کیا۔ شام کو وہان سے روانہ ہوکر ۱۲ بجے شب کو اپنے مکان واپس آئے۔ اور اس طرح ہمارا یہ چھوٹا سا سفر نہایت لطف کے ساتھ تمام ہوا

ہوائی جہاز

۱۔ غبارے کی تدریجی ترقی کی تاریخ۔

۲۔ اقسام (۱) غبارہ (۲) ہوائی جہاز۔

۳۔ فوائد (۱) جنگون مین (۲) تجارتی اغراض کے لیے (۳) تحقیقات اراضی کے لیے۔

۴۔ ہوائی جہاز کا مستقبل۔

ہوائی جہاز جس کی ایجاد اور ترقی نے آج دنیا کو متحیر اور مرعوب بنا دیا ہے کوئی نئی چیز نہین۔ ہندوستانی کہانیون مین اُڑن کھٹولے کا نام سُن کر ہم ایک باطل افسانہ سمجھتے اور ہنستے ہین مگر اس کی عام شہرت ہزارون برس قبل ہندوؤن کے جادو جلال کے عہد مین اس صنعت کے وجود کی خبر

دیتی ہو۔ زمانہ کے تلوّن نے فنِ عمارت، موسیقی، شاعری وغیرہ فنون لطیفہ کے ساتھ اسے اور ایسی ایسی خدا جانے کتنی طلسمی صنعتوں کو مشرق سے مٹا دیا۔ جن پر آج ہم سُن کر بھی یقین نہیں کرتے۔ بلکہ آنکھوں سے دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکتے۔

ابتدائی کوششیں ہوائی جہاز یا غبارہ کی ایجاد اس قدر قدیم ہے کہ تاریخ اس پر روشنی نہیں ڈال سکتی۔ ہندوستان اور مصر کے قیاس سے گزر کر ہمیں جو کچھ معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ایک یونانی حکیم آرکیٹس نے ایک کبوتر بنایا تھا جو اڑتا تھا اور اسی اصول پر اس نے کئی حیرت انگیز ایجادیں کی تھیں۔ پھر ڈی ڈالس نے بحر ایجین کو اڑ کر قطع کیا۔ اس کے بعد سے برابر ہوا میں اڑنے کے ذرائع اور تدابیر کی تلاش رہی۔ آخر بہتیری ناکامیوں کے بعد اٹھارہویں صدی کے آخر میں غبارہ سازی میں کامیابی حاصل ہوئی

غبارہ ایک بار دو فرانسیسیوں نے ایک دھوئیں سے بھرا ہوا تھیلا ہوا میں معلق بلند ہوتے ہوئے دیکھ کر کوئلے کی گیس سے تجربہ کیا اور ایک بھیڑ، ایک بط اور ایک مرغ کو بٹھا دیا۔ جب غبارہ بلندی سے زمین پر آیا تو یہ تینوں زندہ پائے گئے۔

۱۸۸۵ء مین انگلش چینل کو غبارہ سے عبور کرنے کی کوشش کی گئی جس مین English ch...
کامیابی کامیابی تو ہوئی مگر اس طرح کہ وزن کے خوف سے غبارہ پر سوای چند
نفوس کے کوئی شے نہین رکھی گئی۔ یہان تک کہ اُن لوگون نے اپنے تن پر
بھی کپڑے نہین چھوڑے۔ مگر اس وقت تک غبارہ سے کوئی کارآمد مصرف
نہین لیا گیا تھا۔ پہلی بار فرانس اور پرشیا کی جنگ کے موقع پر اس سے
یون مصرف لیا گیا کہ اس پر محصور شہر سے مسافر اور ڈاک نکال لے جاتے تھے
غبارے زمین پر اُتر تو آتے تھے مگر ان پر اتنا قابو نہ تھا کہ خاص پیرس پہونچائے
جاسکین۔ اس لیے جب تک ان کے کھینچنے یا حسبِ مرضی ہانکنے کی کوئی
صورت نہ نکالی جاتی ان سے پورا فائدہ حاصل نہ ہوسکتا تھا۔ اس کمی کو
پورا کرنے کے لیے بہت لوگون نے جان توڑ کوششین کین۔ ان مین سے
ام سینٹوس ڈی مونٹ ایک فرانسیسی اور ڈاکٹر اسپنسر ایک انگریز کے
نام سب سے زیادہ مشہور ہین۔ اِن کی کوششون نے ذرائع سفر مین
ایک انقلاب کردیا۔ اول الذکر فرانسیسی نے پیرس کو عبور کرنے مین کامیابی
حاصل کی اور اپنے غبارے پر بہت کچھ قابو پایا۔ ڈاکٹر اسپنسر کو ایسی ہی
کامیابی لندن کو عبور کرنے مین ہوئی۔ مگر پرواز کو اختیار مین لانے کے لیے۔

انھون نے جو کل یا انجن استعمال کیا تھا ان سے غبارے کا تیز ہوا پر غلبہ پانا متیقن نہ تھا۔

ہوائی جہاز آخر کئی سال کی مدت ہوئی سر ہیزم میکزم نے یہ بات نکالی کہ اب تک غبارہ بازون کی ساری کوشش اسی مین صرف ہوا کی ہین کہ غبارے اپنے نیچے کی ہوا کی مقدار مکعّب سے وزن مین ہلکے ہون۔ مگر پرندون کو دیکھو تو وہ اپنی اپنی ہوا کی مقدار مکعب سے وزنی ہین۔ تاہم وہ اُڑتے پھرتے ہین اور پوری قدرت کے ساتھ۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ ہوا سے غبارون کو ہلکا رکھنے کی کوشش کام نہین دے سکتی۔ آخر اس نے یہ رائے قائم کی پرندون کے پرواز مین دراصل قوت ارادی کام کرتی ہے۔ چنانچہ ایسی کل کی ایجاد کی کوشش ہونے لگی جو بلا استمداد ہوا خود اپنی تیزی اور طبعی قوت کے بل پر فضا مین رہ سکے۔ اس کوشش مین بھی بالفعل بہت کامیابی ہوئی۔ اس آخری کوشش مین اولین کامیابی کا سہرا جرمنی کے سر رہا۔ ان مخترعین مین کونٹ زپلن ایک جرمن، برادران رائٹ امریکی اور ام بلیریٹ فرانسیسی کے نام نامی نہایت ممتاز سمجھے جاتے ہین! اس آخری قسم کے غبارے جو پرندون کے بازوؤن سے مشابہ بنائے جاتے ہین

ہوائی جہاز کہلاتے ہین۔

فوائد | ہوائی جہاز کا سب سے بڑا فائدہ آج کل یہ سمجھا جاتا ہی کہ اسے لڑائیون مین سامانِ جنگ کی حیثیت سے استعمال کیا جائے۔ اس ضرورت کو مدنظر رکھ کر ایک سے ایک انجن بنا بنا کر تجربے کئے جا رہے ہین جو زیادہ فوج اور گولون کا بار سنبھال سکین، اور جن پر سے گولون کے زیادہ صحیح نشانے لگائے جا سکین۔ اور اب وہ دن آیا ہوا سمجھو جب تعداد افواج آلات حرب از قسم توپ و بندوق، اور جنگی بیڑون کے ساتھ سلطنتون کی جنگی طاقت کا موازنہ ہوائی جہازون سے بھی کیا جائے گا۔

ہوائی جہازون کی تیز رفتاری اور سہولتِ سیر مالِ تجارت کی درآمد و برآمد کو ترقی دے کر تجارت کو سارے عالم مین اتنی عام کر دے گی کہ دخانی جہازون کی موجودہ برکتین عذاب نظر آنے لگیں گی۔

ہوائی جہازون سے تحقیقاتِ ارضی مین بھی بڑی آسانی ہو جائے گی غبارہ قطب شمالی کی دریافت کی کوشش مین خطرناک ثابت ہوا ہی۔ مگر صرف چند سال کی بات ہی کپتان کوک ہوائی جہاز پر بیٹھ کر بقول خود قطب جنوبی کی سیر ایسے دشوار گذار مقام تک کر آئے جہان اُس سے پہلے

کسی کا گزر نہ ہوا تھا۔ ان جہازون سے آیندہ بہتیرے نامعلوم حصص دنیا کی تحقیقات کی امیدین ہین جو بجاے خود نہایت قیمتی ہون گی۔

ابھی اِن ہوائی جہازون یا اُڑن کھٹولون کی تعمیر مین اتنا صرف ہی کہ بجز دولتمند سلطنتون کے عوام اس کی جرأت نہین کر سکتے۔ مگر آگے چل کر اس کے صرف مین بہت کمی کی گنجایش ہی۔ اور وہ زمانہ دور نہین، جب اس جدید سبیل سفر سے، روے زمین کے تمام حصون کی سیاحت نہایت تیزی، آسانی اور بہت کم صرف سے کی جاسکے گی۔ اور امید کی جاتی ہی کہ سیاحت کی یہ کثرت روے زمین کی اقوام مین زیادہ دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔ اس کے برعکس بعض متخیلین کی راے یہ بھی ہی کہ اس کی ترقی ایک عالمگیر شقاق پیدا کرنے مین ممد ہوگی۔

بہرکیف، مصرف اچھا لیا جاے یا بُرا اس ایجاد کے مفید اور مبارک ہونے مین کوئی کلام نہین ہو سکتا۔

ایجاد ہند کی ہو یا مصر کی، یا یونان کی۔ مگر آج تو اس کا شمار دنیا کی اُن حیرت انگیز اختراعات مین ہی جن پر یورپ کو ناز ہی، اور بجا ناز ہی۔

مشق کے لئے

عنوانات مع خاکہ

۱۔ بلند حوصلگی

۱۔ تعریف۔

۲۔ بلند حوصلگی کے اقسام (ا) سربلندی کی خواہش (ب) دوسروں کے مقابلہ مین سربلندی کی خواہش۔

۳۔ خطرات (حسد، بددیانتی، خودنمائی مین مبتلا ہونے کا اندیشہ) پرہیز

۴۔ خلاصۂ بیان۔

۲۔ شہر اور گاؤن کی زندگی کا مقابلہ

۱۔ شہر کی زندگی کی فضیلتین (کاروبار تجارت، ضروریات زندگی کی دستیابی، سہولت سفر و مراسلت، مواقع تعلیم، رونق آبادی، سامانِ تفریح)

۲۔ گاؤں کی زندگی کی فضیلتیں (عمدہ تندرستی۔ آزاد، سادہ، خاموش بے غل وغش زندگی، قدرتی مناظر، ریل کی دوری کے فوائد)

۳۔ بحث اور فیصلہ۔

۳۔ کولمبس کی دریافت امریکہ

۱۔ تمہید۔ دریافت امریکہ کی کوششیں کولمبس سے پیشتر۔

۲۔ کولمبس کی تجویز۔ دقتیں۔

۳۔ سفر (سامان، ہمسفروں کی ہیبت اور بغاوت، جزیرہ سان سلویڈر۔

۴۔ قدیم باشندوں کے ساتھ سلوک،

۴۔ دریافت امریکہ کے نتائج۔

۴۔ راجہ رام موہن کی رائے

۱۔ خاندان۔ پیدائش۔ تعلیم۔ مزاج۔

۲۔ تحقیق حق کی دُھن۔ مطالعۂ مذاہب۔ خانمان بربادی۔

۳۔ اصلاحِ مذاہب یا ایک نئے مذہب کی بنا۔

۴ انگلستان کی سیاحت ۔ وفات ۔
۵ ان کی زندگی پر مجموعی رائے ۔ ان کے مذہب کی رفتار ترقی موجودہ حالت ۔

۵ ۔ کبڈی

۱ ایک ہندوستانی کھیل ۔
۲ کھیل کی ابتدا ۔ کھیلنے والوں کا طریق انتخاب ۔ میدان کی تقسیم
۳ مرنا اور مارنا ۔ جیت اور ہار ۔
۴ فوائد (مردانہ وار جسمانی ریاضت ۔ ہمت دلیری کی تعلیم بلا صرف و بے تکلف)

۶ ۔ اونٹ

اُنْظُرْ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ

۱ نوعِ حیوان ۔
۲ اقسام ۔ کہاں کہاں پائے جاتے ہیں ۔

۳۔ عادت اور مزاج ۔
۴۔ خصوصیات (طاقت ۔ رفتار ۔ پاؤں کی خلقت ۔ تحمل ۔ تر زمین پر چلنے کی ۔ قابلیت ۔ جسم سوار کی حرکت)
۵۔ اظہار رائے من حیث المجموع

۷۔ محکمہ ڈاک

۱۔ قدیم طریق خبر رسانی (قاصد ۔ تربیت یافتہ کبوتر ۔ گھوڑوں کی ڈاک)
۲۔ پرانے طریقوں کی دقتیں ۔
۳۔ محکمہ ڈاک کی متفرق شاخیں ۔ منی آرڈر ۔ بنک وغیرہ کی توضیح
۴۔ ڈاک کی ترقی اور تنزل کا اثر سلطنت کی تہذیب اور شائستگی پر

۸۔ ناول

۱۔ افسانہ کا قدیم مذاق (الف لیلہ ۔ داستان امیر حمزہ ۔ فسانہ عجائب ۔ چہار درویش وغیرہ)
۲۔ یورپ کی جدید طرز کی مقبولیت (ڈاکٹر نذیر احمد و شرر)

۳۔ خصوصیات (سوسائٹی کی نکتہ چینی و اصلاح۔ مطالعۂ فطرت انسانی کی مہارت۔ تفریح طبع۔ غیر معتدل شوق باعث تضیع اوقات۔ تاریخ کی عام تعلیم۔)

۴۔ تاریخ اور افسانہ کی آمیزش۔ اعتراض۔ جواب۔ فیصلہ۔

۵۔ ناولوں کا اثر زبان اور اخلاق پر (اردو میں ناولوں کی موجودہ ادبی و اخلاقی حالت۔ تجاویز اصلاح)

۹۔ تحقیقاتِ قطبین

۱۔ تعریف۔ وجہ تحقیقات (وصیل کا شکار۔ علمی انکشافات وغیرہ)

۲۔ ذرائع سیاحت (جہاز۔ غبارے۔ برفستانی گاڑی)

۳۔ خطرات (بحری و برفستانی طوفان۔ ویرانی۔ وقت سحر۔ تاریکی سرما۔ شدتِ برودت)

۴۔ سیاح کی دلچسپی اور مسرت۔

۵۔ قطبین کے چند مشہور سیاح۔ ان کی تحقیقات کے کارآمد علمی نتائج۔

عنوانات معرّی

تخئیلیہ

۱۔ انکسار و تفاخر۔
۲۔ اخلاقی جرأت
۳۔ قناعت
۴۔ پابندی مذہب کے دنیاوی فائدے
۵۔ جانوروں پر رحم
۶۔ مطالعۂ تواریخ کے فائدے
۷۔ اخبارات کا اثر۔
۸۔ قوتِ گویائی۔
۹۔ دولت کا صحیح استعمال۔
۱۰۔ نفس کشی

نقلیہ

۱۱۔ اکبر کا عہد حکومت
۱۲۔ اپنی علمی سوانح عمری
۱۳۔ رسول مقبول صلعم کی اخلاقی زندگی کے چند واقعات۔
۱۴۔ صلاح الدین فاتح بیت المقدس
۱۵۔ نپولین بوناپارٹ۔
۱۶۔ اسوک کی زندگی بحیثیت داعی بودھ مت۔

توضیحیہ

۱۷۔ ہندوستان کی آب و ہوا۔
۱۸۔ آم
۱۹۔ موتی
۲۰۔ تاج محل
۲۱۔ گنگا۔

۲۲ - ربر

۲۳ - چائے

۲۴ - چھتری۔

مبینہ

۲۵ - اورنگ زیب پر الزامات اور جواب ۔

۲۶ - تھیٹر۔

۲۷ - مقناطیس ۔

۲۸ - کہکشان ۔

۲۹ - مریخ۔

۳۰ - کلام غالب پر ریویو ۔

۳۱ - زبان میں لکھنو اور دہلی کے اختلاف کی نوعیت ۔

۳۲ - ایشیائی شاعری ۔

ختم